RCEO No. P. 67

۲۵ رجولائی ۱۹۶۳ء | ۳ ربیع الاول ۱۳۸۳ ہجری | ۲۵ روفا ۱۳۴۲ ھش

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۲۰ رجولائی (ساڑھے سات بجے شب) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

کل دوپہر کے بعد سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو کچھ ضعف کی شکایت رہی اس وقت طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

لاہور۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی صحت کے متعلق ۱۵ رجولائی کی رپورٹ ہے کہ سوزشِ پیشاب کی تکلیف کے علاوہ گذشتہ دو روز سے آپ کو دوپہر کا اسہال بھی ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے طبیعت بہت ناساز ہے۔ احباب خاص توجہ اور درد کے ساتھ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپکو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ربوہ ۱۱ رجولائی مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب بذریعہ ہوائی جہاز براستہ لندن سیرالیون (مغربی افریقہ) تشریف لے جا رہے ہیں۔ جہاں پہنچکر آپ احمدیہ سکولوں میں خدمت سرانجام دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں آپکا حافظ و ناصر ہو اور سلسلہ و احمدیت کی زیادہ سے زیادہ خدمات بجا لانے کی توفیق دے۔

قادیان ۲۳ رجولائی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

دنیائے عیسائیت میں ایک اور زلزلہ

مروجہ عیسائی عقائد پر ڈاکٹر رابنسن کا بھرپور حملہ

آجکل دُنیائے عیسائیت میں ایک اور شدید زلزلہ آیا ہوا ہے جس نے اسے جڑوں سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس زلزلہ کا مرکز خود عیسائیت کا گڑھ یعنی برطانیہ کا دار الحکومت لندن ہے۔ اور اس کا باعث خود مروجہ عیسائی عقائد ہیں۔

اس زلزلہ کی نوعیت یہ ہے کہ یہاں کے کسی آزاد خیال محقق یا لا دین فلسفی اور سائنسدان نے نہیں بلکہ خود کلیسائے انگلستان کے نامی گرامی پادری ڈاکٹر جان رابنسن Dr. John Robinson جو وُول وچ کے بشپ The Bishop of Woolwich (بھی ہیں) نے "Honest to God" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں انہوں نے بشپ کے نہایت ممتاز مذہبی عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود الوہیت مسیح، صلیبی موت اور کفارہ وغیرہ کے مروجہ عیسائی عقائد پر بھرپور وار کیا ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ یہ عقائد آجکل کے سائنسی دور میں ہرگز قابلِ قبول نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ مروجہ عیسائیت کی بنیاد بعض مخصوص مذہبی اصطلاحات پر ہے جو دو ہزار سال قبل ایک سراسر غیر سائنسی دور میں اس وقت وضع کی گئی تھیں جب انسان دَورِ طفولیت میں سے گزر رہا تھا۔ بعد ازاں ان اصطلاحات کو عجیب و غریب معانی و مفہوم کا حامل قرار دے کر مسیح کو خدا قرار دے دیا گیا۔ اور اُسے جسمِ انسانی کے ساتھ آسمان پر پہنچا کر خدا کے داہنے ہاتھ تخت پر بٹھا دیا گیا۔ خدا کی ذات کے متعلق یہ سارا تصور اس قدر بعید از قیاس، انوکھا اور مضحکہ خیز ہے کہ خلائی پرواز کے موجودہ دور میں جبکہ عقلِ انسانی دورِ طفولیت سے نکل کر سنِ بلوغ کو پہنچ چکی ہے۔ کوئی بھی معقول شخص اسے قبول نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت اس زمانہ میں یکسر بے اثر ہو کر تسخیرِ قلوب کی اہلیت کھو چکی ہے۔ لوگوں کا اس پر سے اعتقاد اُٹھتا جا رہا ہے۔ اور وہ دن بدن اس سے بیزار ہو کر دوسرے مذاہب اور معتقدات کی طرف متوجہ ہوتے جا رہے ہیں۔ جب تک ہم پوری دیانتداری سے کام لے کر خدا کے متعلق ایسے مضحکہ خیز تصور کو خیرباد نہیں کہیں گے اُس وقت تک عیسائیت کے یکسر معدوم ہونے کا خطرہ دُور نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر رابنسن کی یہ کتاب ۱۷ رمارچ ۱۹۶۳ء کو شائع ہوئی۔ انہوں نے غضب یہ کیا کہ ساتھ ہی اس کتاب کا خلاصہ ایک مضمون کی شکل میں جس کا عنوان تھا "ہمیں خدا کے متعلق موجودہ تصور کو خیرباد کہہ دینا چاہیئے" (Our image of God must go) انگلستان کے مشہور اخبار "آبزرور" میں شائع کرا دیا۔ اس کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں تہلکہ مچ گیا اور دو دن کے اندر اندر ساری کتاب ختم ہو گئی اور اس کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لئے پبلشرز کو ایک ماہ کے اندر اندر اس کے چار ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔ اس کے باوجود یہ کتاب نایاب ہو چکی ہے۔ اور ڈھونڈنے سے بھی اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوتا۔ اُدھر اخبارات میں اس کتاب کے حق میں اور اس کے خلاف مضامین اور خطوط کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ جس میں بڑے بڑے لاٹ پادری اور بشپ، یونیورسٹی پروفیسر اور دیگر محققین سب نے ہی حصہ لیا اور ایک ایسی ہلچل مچی جو ذہنی اور فکری اور اقتصادی و عملی لحاظ سے ایک زلزلۂ عظیمہ سے کسی طرح کم نہ تھی۔

ڈاکٹر رابنسن کی کتاب ابھی ہماری نظر سے نہیں گذری ہے تاہم اس کے حق میں اور اس کے خلاف "آبزرور" میں شائع ہونے والے مضامین اور خطوط کے بعض اقتباسات ضرور ہمارے مطالعہ میں آئے ہیں۔ اُن کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر رابنسن نے جو کچھ لکھا ہے وہ تنہا ایک آدمی کے ذاتی خیالات نہیں ہیں بلکہ وہ لاکھوں بے چین اور مضطرب دلوں کی آواز ہے۔ اس سے خود مغرب میں عیسائیت سے بیزاری کے بڑھتے ہوئے رجحان کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ہم ۲۴ رمارچ ۱۹۶۳ء کے "آبزرور" میں سے بعض اقتباسات کا ترجمہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ چنانچہ ویلز کے لاٹ پادری دی موسٹ ریورنڈ ڈاکٹر ایڈون موری (The most Reverend Dr. Edwin Morris, The Archbishop of Wales) نے لکھا:-

"درحقیقت ڈاکٹر رابنسن عقائد، عبادات، اخلاق، مذہبی رسم و رواج غرض عیسائیت کے ہر شعبہ میں انقلاب انگیز اصلاح کے متمنی ہیں۔ ان کے نزدیک یہ اصلاح ایک خطرناک طریق کار سے عبارت ہوگی بہت خوشگوار اور حیات بخش۔"

اسی طرح ویسٹ منسٹر کے کینن مسٹر ایڈورڈ کارپینٹر (Edward Carpenter Canon of Westminster) نے لکھا:-

"میرے نزدیک کتاب میں ڈاکٹر رابنسن نے جو زبان استعمال کی ہے وہ غیر موزوں اور نامناسب ہے اور بعض مقامات پر تو اس کی وجہ سے اُلجھن سی پڑ جاتی ہے تاہم اُنہوں نے جس صاف دلی اور دیانتداری سے اپنے نظریہ کی وضاحت کی ہے میں اُس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اگر اس قسم کی دیانتداری اختیار نہ کی جائے اور شدید قسم کے سوالات سے بچنے کی خاطر اپنے حربے اختیار کرتے سے احتراز نہ کیا جائے تو پھر عمل میں فساد واقع ہونا لازمی ہے اور عمل کے فساد سے بالآخر ایمان و اعتقاد میں خلل پڑنا ضروری ہو جاتا

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۶۳ء

دُعا اور درود شریف

سورت جمعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔ پہلی بعثت میں تکمیل شریعت ہوئی تو دوسری میں تکمیل اشاعت مقدر ہے۔ احادیث نبوی اور آثار میں اس امر کی واضح خبر دی گئی ہے کہ اسلام کو عالمگیر غلبہ مہدی معہود کے ظہور اور مسیح موعود کے نزول کے وقت حاصل ہوگا۔ جو حضرت اقدس بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا زمانہ ہے۔ ہمیں اس امر پر ایمان اور پختہ یقین ہے کہ وہ تمام پیشگوئیاں جو مسیح موعود کے حق میں کی گئی ہیں۔ ہمارے اس زمانہ میں پوری ہوئیں اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق زمانہ کی اصلاح اور روحانی تربیت کے لئے مہدی مسعود اور مسیح موعود کو مبعوث فرمایا۔ اور سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی برحق مسیح موعود اور سچے مہدی ہیں۔ جن کی صداقت پر زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان پر نشانات ظاہر ہوئے جن کی تفصیل میں اس وقت جانے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال وہ روحانی غلبہ جو اسلام کو اس مقدس وجود کے ذریعے حاصل ہونے والا ہے۔ اس کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ جماعت کے ذریعہ ساری دنیا میں ایک پُر امن روحانی انقلاب کی بنیاد رکھی جا چکی ہے اور خدا تعالیٰ کا وہ وعدہ جو اس نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ اور حضور نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس عالمگیر غلبہ کا اعلان فرما دیا تھا، وہ وقت اب آن پہنچا ہے اور مستقبل قریب میں اسلام کو یہ روحانی غلبہ حاصل ہونے والا ہے۔!!

جہاں تک انسانی تدابیر اور ظاہری سامانوں سے کام لینے کا تعلق ہے۔ جماعت احمدیہ اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اس کے لئے شب و روز کوشاں ہے۔ مبلغین اسلام کا وسیع جال ساری دنیا میں بچھایا جا رہا ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح اسلام کی پُر امن جامع تعلیمات پر مشتمل مفید لٹریچر کو بھی انہی زبانوں میں منتقل کرنے کا انتظام جاری ہے۔ اسلام کے تابندہ چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں اس طرح کی ٹھوس نتیجہ خیز تدابیر عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے عمدہ نتائج بھی برآمد ہو رہے ہیں اور کثرت کے ساتھ سعید روحیں دین حق کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ اور سچی روحانیت کے متلاشی افراد اپنی مطلوبہ چیز ایک مقدس جماعت سے پا کر ایک نئی اور پاکیزہ زندگی پا رہے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

ان تمام تر حقیر کوششوں کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ بگڑی ہوئی کروڑوں کروڑ دنیا جو کئی براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ سے برگشتہ کرنے کے ہر قسم کے سامانوں کی فراوانی ہے۔ اب اُن کو آستانہ الٰہی پر جھکا دینا اور دینِ اسلام کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کر دینا کوئی آسان کام نہیں اور نہ ایک سال یا دو سال کی بات ہے۔!!

جب ہم ایک طرف اس عظیم مطمح نظر کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اس راہ میں پیش آمدہ مشکلات کے پہاڑوں پر نگاہ کرتے ہیں تو جماعت کی طرف سے جاری کردہ کوششوں کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ تب ہر خدا پرست انسان اور مومن باللہ شخص کا دل و دماغ اُس قادر مطلق کے حضور جھک جاتا ہے جس نے مکہ اور ملک عرب کے پتھر دلوں کو دین حق کی طرف مائل کر دیا تھا۔ جن کے دلوں میں اس پسندیدہ دین کے ساتھ الفت اور محبت پیدا کر دی تھی جہاں تک ایمانیات کا تعلق ہے ہم اسی پختہ یقین پر قائم ہیں کہ قادر مطلق خدا یہ تمام مشکلات خود ہی اپنے فضل سے دور کر دے گا۔ کیونکہ وہ سچے وعدوں والا ہے۔ اور اس کی قدرتیں بڑی وسیع ہیں۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مومنوں کی جماعت اصل معنوں میں متوکل علی اللہ ہوتی ہے اُن کا توکل اُن خام ایمان والوں کا توکل نہیں ہوتا۔ جو اونٹنی کا گھٹنا باندھے بغیر ہی چھوڑ دیتے ہیں بلکہ وہ اپنی مقدور بھر کوششوں کو اپنے دائرہ کے لحاظ سے خواہ وہ کوشش کیسی قدر ہی ادنیٰ اور ناقص کیوں نہ ہو) بروئے کار لاتے ہیں۔ بایں ہمہ آستانۂ الوہیت کو اس رنگ میں بھی تھام لیتے ہیں کہ ...... یہی کہ بڑے درد و کرب کے ساتھ بارگاہِ رب العزت میں عرض کرتے ہیں

ربنا اٰتنا ما وعدتنا
علی رسلک

یہ وہی اُسوہ حسنہ ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے جنگ بدر کے موقع پر پیش کیا گیا۔ جبکہ مومنوں کی جماعت کے مظفر و منصور اور فائز المرام ہونے کے حتمی وعدہ کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے آغاز سے قبل نہایت ہی مضطربانہ انداز میں دعائیں کیں چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ کے متعلق بخاری شریف میں آتا ہے کہ

فاخذ ابوبکر بیدہ فقال
حسبک۔

یعنی حضرت ابوبکرؓ نے حضور کا ہاتھ تھامتے ہوئے عرض کیا حضور اب تو بس کیجئے!!

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس انداز میں بارگاہِ الٰہی میں دعا کرنا خدا تعالیٰ کی شان استغنا اور بشریت کے درجہ عجز و احتیاج کے عین مطابق تھا۔ پس بالکل یہی صورت اسی وقت ہماری جماعت کے سامنے ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے اُس وعدہ کے متعلق کسی احمدی کو پریشانی کے بارہ بھی شک نہیں جو اسلام کے روحانی غلبہ اور اُس کے تفوق کے بارہ میں ہے۔ لیکن الوہیت کی شانِ کبریائی اور بشریت کی انتہائی عجز و بے بسی کے مدنظر تمام احمدیوں کے سر بارگاہ رب العزت میں عجز و نیاز کے ساتھ جھک جاتے اور دل آستانۂ الٰہی پر پگھلتے ہوئے زبانِ حال سے کہتے ہیں۔

ربنا اٰتنا ما وعدتنا
علی رسلک ولا تخزنا
یوم القیٰمۃ انک لا
تخلف المیعاد

وہ کون احمدی ہے جس کے دل میں اس بات کی شدید تمنا نہیں کہ دینِ اسلام کا روحانی غلبہ اور اس کی عالمگیر مقبولیت جلد ظاہر ہو۔ (باقی صفحہ پر)

مُبارک تحریکِ دُعاء

از محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ربوہ

ہر درد مند دل رکھنے والا مخلص احمدی اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور اسلام کے غلبہ کے لئے شب و روز دعائیں کرتا ہے کیونکہ اسلام کو عالم بے بسی میں دیکھ کر اس کا دل کڑھتا ہے اور خون کے آنسو روتا ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ اسلام کو پھر سے دنیا میں غالب کرنا۔ اس مقصد عظیم کو قریب تر لانے اور اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی دی ہوئی فتح کی بشارتوں کو جلد تر پورا ہوتے دیکھنے کے لئے حضرت رسول اکرم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر کثرت کے ساتھ درود بھیجنا بہت ضروری اور مفید ہے۔

اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور دوبارہ غلبہ کے ساتھ حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود باجود کا گہرا تعلق ہے۔ اور حضور کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے بھی ہر مخلص احمدی دعائیں کر رہا ہے۔ مگر ان دعاؤں کو باقاعدگی کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مخلصین جماعت میں سے کم از کم تین ہزار دوست یہ عہد کریں کہ وہ اسلام کے غلبہ اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کامل و عاجل شفایابی کی دعاؤں اور بالالتزام نماز تہجد کے ساتھ انشاء اللہ مسلسل ایک ماہ تک تین سو مرتبہ روزانہ درود شریف پڑھتے رہیں گے۔

یہ مہینہ یکم اگست سے شروع ہو کر ۳۱ اگست تک جاری رہے گا

نوٹ: محترم صاحبزادہ صاحب نے ایک دوست کے استفسار کے جواب میں فرمایا ہے کہ یہ درود شریف نماز تہجد کے ساتھ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے دن رات میں کسی وقت احباب پڑھ سکتے ہیں۔ جس وقت بھی سہولت ہو۔ (ادارہ)

خطبہ جمعہ

توکل علی اللہ کے صحیح مفہوم کو سمجھو اور اس کے مطابق عمل کرنیکی کوشش کرو

اپنی طرف سے پوری کوشش کرنیکے بعد پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۷ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ایک مومن اور غیر مومن میں

سب سے بڑا فرق

یہی ہوا کرتا ہے کہ مومن اپنے کاموں کی بنیاد اپنے سے ایک بالا ہستی پر رکھتا ہے۔ اور غیر مومن اپنے ایمان کی کمزوری یا فقدان کی وجہ سے علیٰ حسب مراتب اپنے کاموں کی بنیاد اپنے سے بالا ہستی پر کمزور طور پر یا بالکل ہی نہیں رکھتا پس درحقیقت جب کوئی اپنے آپ کو مومن کہتا ہے تو اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کے کام دنیا میں محض اس کی عقل کی تدبیر اور اس کی کوشش سے وابستہ نہیں۔ ان کا دخل اور واسطہ ایک اور ہستی سے ہے جو سب مخلوق کو پیدا کرنے والی اور ان کے سب کاموں کی نگران ہے۔ لیکن اگر باوجود اس دعوے کے مومن کے اعمال سے یہ بات ثابت نہ ہو تو اس کا

مومن ہونے کا دعویٰ

محض ایک دھوکا اور فریب ہوگا۔ اگر ایک مومن اور غیر مومن کے کاموں میں فرق نہ ہو جس طرح ایک دہریہ کے اعمال اس کی اپنی خواہشات اپنی عقل اور تدبیر پر مبنی ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک مومن کہلانے والے کی خواہشات اور اس کے جذبات اس کے کام اس کی عقل اپنی تدبیر اور اپنی کوشش پر مبنی ہوں تو دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس شخص کے ایمان نے دوسرے کے کفر کی نسبت اس میں کوئی تبدیلی پیدا کی ہے اور جس ایمان نے کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ اسے کسی نے کرنا کیا ہے وہ بالکل بے حقیقت اور

بے قیمت چیز ہے

وہ نہ اسے کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ دوسروں کو جب ایک شخص ایمان لاتا اور مومن کہلاتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے اندر ان لوگوں کے مقابلہ میں تغیر پیدا کرے جو مومن نہیں کہلاتے۔ کیونکہ جب تک اس کا ایمان اس میں تغیر پیدا نہیں کرتا ایمان نہیں کہلا سکتا۔ اور کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کے لئے ایک گر بتایا ہے اور ان کو کامیابیوں کے لئے ایک راز سے آگاہ کیا ہے اور ہر مسلمان کو توجہ دلائی ہے کہ اس گر پر عمل کرے۔ وہ گر کیا ہے وہ توکل علی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر وہ بندہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اس کا فرض ہے کہ مجھ پر توکل کرے۔ اس کی تمام دینی و دنیاوی کامیابیوں کا راز اسی میں ہے۔

توکل کے معنے

عربی میں کسی کام کو پورا کر دینے کے لئے اور کسی کام کو پورے طور پر کسی کے سپرد کر دینے کے ہیں۔ ان معنوں کی وجہ سے مسلمانوں میں بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ توکل کے معنے یہ ہیں کہ انسان کام چھوڑ کر بیٹھ جائے کچھ محنت اور کوشش نہ کرے۔ اور یہ سمجھے کہ خدا سب کچھ خود بخود کر دے گا۔ چنانچہ مسلمان سمجھتے ہیں

خدا پر توکل کرنے والا

وہی ہوتا ہے جو ہر قسم کی محنت سعی اور کوشش سے آزاد ہو جائے۔ اگر کوئی محنت اور کوشش کرتا ہے تو وہ خدا پر توکل نہیں کرتا۔ اس خیال کی وجہ سے مسلمانوں میں سستی اور لاپرواہی پیدا ہو گئی ہے اور وہ اس حد تک غفلت برتنے لگ گئے ہیں کہ ان کے تمام کاموں میں غفلت اور سستی کے آثار پائے جاتے ہیں ان کا زمیندارہ دیکھئے۔ تجارت دیکھئے۔ پیشوں کو دیکھئے ان سب میں دوسری قوموں کے مقابلہ میں بے حد شکست نظر آتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارے کے سارے مسلمان تھک کر چور ہو چکے اور زندگی سے بیزار بیٹھے ہیں۔ اگر توکل کا یہی نقشہ نظر آئے اور یہ توکل جس کا یہی حکم خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دیا ہے۔ اس کا یہی نتیجہ ہو کہ دنیا میں غافلوں۔ سستوں اور نکموں کی ایک جماعت پیدا ہو جائے جن کے چہروں سے ظاہر ہو کہ زندگی سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ اور مرنا چاہتے ہیں وہ لوگ اگر اٹھیں تو ایسا معلوم ہو کہ

ساری دنیا کا بوجھ

ان کے اوپر رکھ دیا گیا ہے اور اگر بیٹھیں تو یوں معلوم ہو کہ آسمان سے دھکے دے کر انہیں گرایا گیا ہے۔ وہ اگر کام کریں تو یوں معلوم ہو کہ ان کے ہاتھ کئی کئی من کے بوجھل ہیں۔ وہ اگر بات کریں تو یوں معلوم ہو کہ ملہ رکتے ہیں۔ وہ اگر آنکھ کھولیں تو یوں نظر آئے کہ نیند کے غلبہ سے مدہوش ہیں۔ اگر یہی توکل کا نتیجہ ہے تو ہم کہیں گے کہ ہم نہیں کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے دنیا میں کوجلد لانے کے لئے توکل کا حکم دیا ہے تاکہ اس طرح لوگ جلد تباہ و برباد ہو جائیں لیکن کیا کوئی عقلمند یہ خیال کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی ترقی کے لئے وہ حکم دیا ہے جو اس کی

تباہی کا باعث

ہو۔ کیا خدا تعالیٰ کو اپنا منشاء پورا کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) دھوکوں اور فریبوں کی ضرورت ہے۔ یوں تو وہ دنیا پر قیامت نہیں لا سکتا تھا۔ اس نے کہا چلو توکل کا حکم دو۔ جب لوگ اس پر عمل کریں گے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ مگر مسلمانوں کی یہ حالت توکل کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اسید۔ آنا امید کا نتیجہ ہے جب کسی قوم کے دل سے امید مٹ جاتی ہے۔ تو وہ ہر کام چھوڑ کر سست اور نا اہل ہو جاتی ہے۔ ورنہ توکل کے ذریعہ تو امید پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے معنے ہیں ایک ایسی ہستی جو ہمارے تمام کام کر سکتی ہے اس کے سپرد ہم نے اپنے کام کر دیئے ہیں۔ اب جس کا کام کسی بڑے با اثر اور بارسوخ انسان کے سپرد ہو جائے وہ خوش ہوا کرتا ہے یا رونا شروع کر دیتا ہے۔ مثلاً کسی پر مقدمہ ہو اور وہ اپنے مقدمہ میں سب سے بڑا اور مشہور وکیل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ تو اس کے چہرہ پر

خوشی اور بشاشت کے آثار

نمایاں ہوں گے یا مردنی چھا جائے گی۔ گو ضروری نہیں کہ اعلیٰ درجہ کا وکیل کر لینے کی وجہ سے اسے مقدمہ میں ضرور کامیابی حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل بھی مقدمے ہار جاتے ہیں۔ مگر کسی قابل وکیل کی خدمات کا حاصل ہو جانا بڑی خوشی اور اطمینان کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور ایسا شخص خوش اور بشاش نظر آتا ہے یا مثلاً کسی کے گھر ایسا مریض پڑا ہو جس پر نا امیدی اور مایوسی چھائی ہوئی ہو وہاں

ملک کا بہترین ڈاکٹر

آجائے اور مریض کے لواحقین اس کی خدمات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو اس مریض کو خوشی ہوگی یا وہ غم میں ڈوب جائے گا یقیناً اس کے چہرہ سے خوشی کے آثار ظاہر ہوں گے یہ پتہ نہیں کہ مریض اس کے علاج سے اچھا ہو یا نہ ہو مگر یہ خیال کہ کامیاب ڈاکٹر اس کا علاج کرے گا۔ اس سے اس کے چہرہ پر بشاشت آجائے گی۔ ہم نے تو دیکھا ہے۔ اگر مرتے ہوئے مریض کے پاس بھی اعلیٰ درجہ کا طبیب آجائے تو اس کے چہرہ پر رونق آ جاتی ہے۔ اور اس کے لواحقین بڑے تپاک سے ایسے ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں پس ایک مرتے ہوئے مریض کو لائق ڈاکٹر کے سپرد کرنے پر اور ایک شکست کھا جانے والے مقدمہ کے لئے اعلیٰ درجہ کے وکیل کی خدمات حاصل ہو جانے پر انسان خوش ہوا کرتا ہے یا اس کے چہرہ پر مایوسی دوڑ جاتی ہے۔ اگر خوش ہوا کرتا ہے تو پھر کیا یہ ممکن ہے کہ ایک خدا جس میں سب طاقتیں پائی جاتی ہیں۔ جو انسان کی ہر تکلیف کو دور کر سکتا ہے۔ جو

ہر مصیبت کے وقت

کام آسکتا ہے۔ اس کے سپرد ہم اپنے کام کریں۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہو کہ ہمارے چہروں پر مردنی چھا جائے اور ہم نا امید اور ہو کر بیٹھ جائیں۔ یہ بالکل ناممکن ہے اگر واقعہ میں توکل کے معنے اپنے ہر ایک کام کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے۔ اور واقعہ میں ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا ہے اور اس کے سپرد ہم نے کام کر دیا ہے تو یقیناً ہمیں خوش ہونا

چاہیئے اور ہمارے چہروں پر بشاشت جھلکنی چاہیئے۔ مگر اچھا ڈاکٹر مل جانے پر اور اعلےٰ وکیل کی خدمات حاصل ہو جانے پر لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ کوئی بڑے سے بڑا وکیل بھی یہ یقین نہیں دلا سکتا کہ اس کے ذریعہ ضرور مقدمہ میں کامیابی حاصل ہوگی۔ اور کوئی مشہور سے مشہور ڈاکٹر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مریض کو ضرور اچھا کر دے گا۔ لیکن جب اپنا معاملہ خدا کے سپرد کیا جائے تو بجائے خوشی کے آثار کے اور جستی کی نمود کے چہروں سے اداسی اور مُردنی ٹپک رہی ہو۔ جسم شکست اور غافل ہو جائیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ ہم نے توکل پر عمل کیا۔ پس وہ توکل نہیں جس کے نتیجہ میں مُردنی اور مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ توکل امید پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے اپنا کام سب سے اعلےٰ اور سب سے طاقتور ہستی کے سپرد کر دیا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

دیکھو اور پھر اندازہ لگاؤ کہ کیا واقعہ میں انہوں نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا ہوا ہے۔ میں توکل کے معنے آگے بیان کروں گا۔ یہاں میں یہ کہتا ہوں کہ جسے توکل کہا اور سمجھا جاتا ہے اس کا نتیجہ دیکھو۔ اس کے نتیجہ میں تو امنگ چستی اور بشاشت پیدا ہونی چاہیئے نہ کہ ناامیدی سستی اور مُردنی۔ دیکھو ایسے وقت جبکہ ایک فوج ہار رہی ہو۔

ایک بڑا کامیاب جرنیل

وہاں پہنچ جائے جس کے سپرد فوج کی کمان کر کے کہا جائے لیجئے اب آپ مقابلہ کریں تو اس وقت وہ فوج سست ہو جائے گی یا چست۔ یا مثلاً ایک جگہ مباحثہ ہو رہا ہو اور ایک فریق کا مناظر ہار رہا ہو۔ کہ اس کی امداد کے لئے ایک بہت مناظر وہاں پہنچ جائے اور خود مناظرہ کرنا شروع کر دے تو کیا اس وقت وہ لوگ سست پڑ جائیں گے یا ان میں چستی آ جائے گی۔ اگر واقعہ میں مسلمان خدا تعالیٰ پر توکل کر رہے ہوتے تو ان کے ہر کام ہر شغل اور ہر پیشہ میں چستی چالاکی پائی جاتی مگر ان کی ہر شئے ہر پیشہ میں سستی نظر آتی ہے۔ اور ان کے چاروں طرف ناکامی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ . . . .

مگر مسلمانوں میں یہی خیال جما ہوا ہے کہ خدا نے رزق دینا ہو گا تو اپنے گھر میں ہی دے دیگا۔ کسی دوسری جگہ جانے کی کیا ضرورت ہے اور اسے وہ توکل کہتے ہیں حالانکہ یہ محض سستی اور کم ہمتی کی وجہ سے ہے۔ توکل میں سستی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو ایک مایوس مریض کو کسی قابل ڈاکٹر کا پتہ لگ جائے تو اس کے لواحقین اس کے آگے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ بتاتا ہے بڑی چستی اور ہوشیاری سے کرتے ہیں اسی طرح اگر کسی کو ایک اعلےٰ درجہ کا وکیل مل جائے۔ تو وہ جو کچھ کہے اس کی نہایت سرعت اور ہوشیاری سے تعمیل کی جاتی ہے۔ مگر خدا کے سپرد کام کرنے کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ انسان کو خود کچھ نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر یہ توکل نہیں بلکہ عدم توکل ہے اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے توکل کے معنی سمجھے نہیں۔ جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو

تین پہلو

یہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اول یہ کہ اپنے کاموں کو پورے طور پر کسی کے سپرد کر دینا۔ دوم یہ کہ اس کی بتائی ہوئی تدابیر پر کامل طور پر عمل کرنا اسے اپنا سہارا بنا لینا۔ اور جو وہ کہے اسے اختیار کرنا۔ سوم یہ یقین رکھنا کہ ان تدابیر پر عمل کر کے ضرور کامیاب ہو جائینگے۔ یہ تین حصے توکل کے ہیں۔ اور یہ تین شرطیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ ان تینوں معنوں کے لحاظ سے دیکھ لو۔ ان میں سستی۔ غفلت یا کام کو چھوڑ دینا کہاں پایا جاتا ہے۔ توکل میں پہلی بات یہ ہے کہ پورے طور پر کام سپرد کر دینا۔ اب وہ لوگ جو کہتے ہیں چونکہ ہم نے خدا پر توکل کیا ہے اس لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ کھانا کیوں کھاتے ہیں۔ کپڑے کیوں پہنتے ہیں۔ اپنی دوسری ضروریات کیوں خود پورا کرتے ہیں۔ انہوں نے باقی کونسا کام چھوڑ دیا ہے کہ

قومی ترقی

اور قومی بہتری کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ انہیں خود کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ انہوں نے خدا پر توکل کیا ہوا ہے۔ جن کاموں میں ان کو لذت محسوس ہوتی ہے۔ وہ تو کبھی نہیں چھوڑتے۔ کھانے پینے کی چیزیں۔ میاں بیوی کے تعلقات۔ آرام و آسائش کے سامان کبھی نہیں چھوڑتے اور ان کے متعلق کبھی توکل نہیں کرتے۔ اگر توکل کے یہی معنے ہیں جو وہ بتاتے ہیں تو کیوں جائدادیں نہیں چھوڑ دیتے۔ مال و دولت کیوں باہر نہیں پھینک دیتے۔ ان سب باتوں میں تو توکل اختیار نہیں کرتے۔ لیکن جہاں محنت کرنی پڑتی ہے وہاں توکل سے بیٹھتے ہیں۔ بلکہ پر جب سنہ مارتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ توکل انہوں نے کبھی سنا ہی نہیں کہ خدا آپ ہی آپ کام کر دے گا۔ جب پانی پیتے ہیں یا کپڑے پہنتے ہیں یا عیش و آسائش کے سامان سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو انہیں یہ توکل بھول جاتا ہے۔ روپیہ جب کسی سے لینے کا سوال آ جائے تو اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ لیکن جہاں لوگوں کے فوائد کا تعلق اتا ہے آ بیٹھے تو کہیں گے جہاں سے اچھی چیز ملے وہاں سے لے لینی چاہیئے۔ اسی طرح جہاں خریدنے کا سوال آئے گا تو کہیں گے کہ ہم نے خدا پر توکل کر کے مال خریدا ہے لیکن جب بیچنے کا وقت آئے گا تو کہیں گے سب لوگ ہم سے ہی خریدیں یہ توکل نہیں۔ بلکہ سستی اور غفلت ہے اور اس طرح اپنی بدنامی کی بجائے

خدا کو بدنام کیا جاتا ہے

جہاں کام خراب ہو وہاں کہہ دیا جاتا ہے ہم نے یہ کام خدا کے سپرد کر دیا تھا اور جہاں کام اچھا ہو وہ اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ ایسے لوگ اپنے کاموں کو خدا تعالےٰ کے سپرد نہیں کرتے۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ کے سپرد کرنے کا مطلب ہے کہ اس کام کے متعلق خود کچھ نہ کیا جائے۔ تو وہ اپنے کاموں میں خود کیوں کوشش اور سعی کرتے ہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک دفعہ ایک وفد آیا۔ آپ نے ان میں سے ایک شخص سے دریافت کیا (چونکہ آپ کھلی جگہ بیٹھے ہوئے تھے شائد آپ نے دیکھ لیا ہو۔ اس لئے پوچھا) تم نے اونٹ کا کیا انتظام کیا ہے۔ اس نے کہا خدا پر توکل کر کے یونہی چھوڑ آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ پہلے اس کا گھٹنا باندھو پھر خدا تعالےٰ پر توکل کرو۔ پہلے اپنی طرف سے پوری تدبیر کرو اور پھر کہو خدا پر توکل کیا ہے۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود توکل کے معنے بتا دیئے کہ پوری تدبیر کے بعد خدا پر بھروسہ کرنے کا نام توکل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کے سپرد کام کر دیا اور اس کے یہ معنے نہیں کہ خود کام کرنا چھوڑ دیں الخ پھر اس کے یہ معنے ہیں کہ جو کام کرنا چھوڑ دیں۔ تو پھر اس کے کیا معنے ہوئے۔ اس کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے سپرد جو کچھ کیا جاتا ہے وہ

کام کا انجام اور نگرانی

ہے یہ غلط ہے کہ کام ہی خدا کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو کچھ سپرد کیا جاتا ہے وہ نگرانی ہوتی ہے اور کوشش کرنا انسان کا کام ہوتا ہے۔ دیکھو جب کسی جرنیل کے سپرد فوج کی جاتی ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ سپاہی اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اور صرف جرنیل اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرے یا اگر مریض کسی ڈاکٹر کے سپرد کیا جاتا ہے تو ڈاکٹر کا یہ کام نہیں ہوتا کہ خود اس کے لئے دوائی تلاش کرتا پھرے اور مریض کے لواحقین بے فکر ہو کر بیٹھ رہیں۔ اسی طرح جب کسی وکیل کے سپرد مقدمہ کیا جاتا ہے تو مقدمہ والا بے فکر ہو کر گھر میں اپنے نہیں بیٹھ رہتا کہ سب کام وکیل خود ہی کرے گا۔ غرض دنیا میں تمام کام جب کسی کے سپرد کرتے ہیں تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ نگرانی کرے گا۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں تو اسکے یہ معنے ہوتے ہیں کہ نگرانی خدا تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور جب توکل کے یہ معنے ہوئے تو لازماً دوسرا قدم یہ ہوتا ہے کہ جس کی نگرانی میں کوئی کام دیا جائے اس کی ہدایات بھی مانی جائیں۔ مثلاً جب ڈاکٹر کے سپرد مریض کیا جائے تو جو کچھ ڈاکٹر کہے وہ ماننا پڑتا ہے۔ اسی طرح جب وکیل کے سپرد مقدمہ کیا جائے تو جو کچھ اس کے متعلق وہ کہے وہ ماننا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح جب خدا تعالےٰ کے سپرد کام کیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنے ہوتے کہ جو باتیں خدا تعالےٰ کہے گا وہ مانیں گے اور جو اسباب مہیا کرنے کا حکم دیگا وہ مہیا کرینگے یہ دوسرا حصہ توکل کا ہوتا ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ جس کے سپرد کوئی کام کرتے ہیں اس پر اعتماد رکھتے ہیں اور بغیر اعتماد کے بغیر توکل کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ڈاکٹر کے سپرد مریض کریں لیکن ڈاکٹر کا نسخہ اس خیال سے استعمال نہ کریں کہ ممکن ہے کہ اس کا خراب اثر ہو یا کسی وکیل کے سپرد مقدمہ کریں اور وہ کہے فلاں Document لاؤ تو اس وجہ سے نہ لائیں کہ ممکن ہے وکیل اسے ضائع کر دے تو نہ مریض کو فائدہ ہو سکتا ہے اور نہ مقدمہ کرنے والے کو۔ پس

تیسری بات

توکل کیلئے یہ ضروری ہے کہ کامیابی کی امید ہو مایوسی نہ ہو۔

یہ تینوں حصے توکل کے اگر مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو یقیناً انکے لئے کامیابی ہے۔ تبھی خدا تعالےٰ کے سپرد اپنے کام کر دیں۔ خدا تعالیٰ سے ہدایتیں چاہیں شیطان اور طاغوت سے مشورہ طلب نہ کریں۔ پھر خدا تعالےٰ کی دی ہوئی عقل سے کام لیں۔ شریعت نے جو گر بتائے ہیں ان پر عمل کریں پھر امید نہ چھوڑیں یہ باتیں کریں تو پھر دیکھیں کس طرح آناً فاناً ان میں تغیر پیدا ہوتا ہے

میں اپنی جماعت کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ توکل کے صحیح معنے کہیں ان پر عمل کریں اور یقین رکھیں کہ جب انہوں نے اپنے کام خدا تعالےٰ کے سپرد کر دیئے تو تمام دنیا ہے کبھی نہیں ہار سکتے۔ کبھی نہیں ہار سکتے۔ کبھی نہیں ہار سکتے۔ اگر وہ خدا تعالےٰ پر توکل رکھیں تو ضرور کامیاب ہوں گے اور خدا تعالیٰ مسلمانوں کو بیدار کرنے کا کام ان سے کرائیگا۔ بیشک ہم کمزور ہیں۔ ہماری مالی حالت کمزور ہے۔ ہم جو کچھ کماتے ہیں خالص ضروریات زندگی پر خرچ کر کے باقی جو کچھ بچتا ہے دین کے لئے لگا دیتے ہیں اس طرح ہمارے مال کا آخری پیسہ تک دین کے لئے خرچ ہو رہا ہے۔ مگر جب خدا پر ہمارا توکل ہے وہ ہر بات کر سکتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے جب چاہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ پس اصل چیز اس پر

توکل اور بھروسہ

ہے اسکے احکام کے مطابق کام کرو تو ضرور کامیاب ہو جاؤ گے خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام تمہارے ذریعہ ترقی کریگا۔ اور جو قومیں اسوقت شکست اور غافل ہیں وہ چالاک اور ہوشیار ہو جائینگی اور جو سو رہی ہیں وہ بیدار ہو جائیں گی۔ اور جو مر رہی ہیں

حج بیت اللہ شریف و زیارت مدینہ منورہ کے ایمان افروز کوائف

(از قلم الحاج چوہدری مبارک علی صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن حیدرآباد دکن)

(۲)

ہمارے نزدیک تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ہر گلی اور ہر مقام شعائر اللہ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کی زندہ نشانیاں ہیں۔ مگر خاص خاص مقامات کے متعلق مختصر تحریر کرنا ضروری ہے۔

مسجد نبوی کے اندر اصحاب الصفہ کا مقام حجرہ مبارکہ حضرت فاطمہ رضؓ منبر مبارک جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور باب جبریل جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نزول ہوتا تھا۔ یہ سب ایسے ہی مقامات مقدسہ ہیں جن کے متعلق خاص طور پر ذکر کیا جانا ضروری ہے۔

مسجد کی توسیع چونکہ کئی بار ہو چکی ہے۔ لہٰذا توسیع مسجد کے بعد خلفاء راشدین کے نماز پڑھنے اور خطبہ دینے کے الگ الگ مقامات دکھائے گئے ہیں۔ مسجد نبوی میں آپ کو ان تمام مقامات کا پس منظر بتانے کے لئے ہر وقت گائیڈ ملسکتے ہیں۔ اسی طرح مسجد نبوی کے ساتھ ہی اصحاب عشرہ مبشرہ کا مقام ہے۔ جس کے ارد گرد ہے کا جنگلا لگا کر نشان قائم کر دیا گیا ہے۔ روضہ مبارک کے اندر گرد لمبے لمبے پردے لگے ہوئے ہیں اور اس کے بعد لوہے کا جنگلہ ہے۔ یعنی آپ روضہ مبارکہ دیکھ نہیں سکتے۔

مسجد نبوی کے بالکل تھوڑی دور جنت البقیع ہے۔ جس میں حضرت عثمانؓ کے علاوہ سیدہ حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ۔ حضرت فاطمہ رضؓ حضور اکرمؐ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ حضرت مائی حلیمہ رضؓ اور بعض شہداء احد مدفون ہیں۔ عورتوں کو جنت البقیع میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ باوجود اس کے مختلف طریقہ سے اپنے کپڑوں اور اپنے سر کے بال کپڑوں میں باندھ کر باندھ کر دیواروں کے اوپر سے پھینکے ہوئے ہیں۔ یہ ہندو پاکستان کے آجکل کے جعلی مدعیوں، پیروں اور گدی نشینوں کی مکروہ تربیت کا نتیجہ ہے جن کے بد اثرات سے دنیا کے یہ مبارک مقام بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ جنت البقیع میں قبروں یا مزاروں کے لئے خاص اہتمام نہیں کیا گیا جو بظاہر ایک عقیدت مند کے لئے تکلیف دہ امر ہے۔ مگر ہم اس میں بھی خدا تعالیٰ کی حکمت کا ہاتھ محسوس کرتے ہیں۔ ورنہ اہل عرب جس طرح توہمات میں مبتلا تھے اگر اس وقت اُن چیزوں کے لئے خاص اہتمام کی اجازت مل جاتی تو نامعلوم وہاں کیا تماشا ہوتا۔ دور کیوں جائیں ہندو پاکستان میں آج ایسے مقامات پر خصوصاً مزاروں پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

ان مبارک مقام پر خدا جانے کتنی مبارک اور اسلام کی سچی جاں نثار ہستیاں مدفون ہیں۔ اسلئے طبیعت خود بخود ہی دعا کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔

جنت البقیع میں ہمارے اہل تشیع بھائیوں کا طریقہ سب سے نرالا ہوتا ہے۔ خلفاء راشدین اور امہات المومنین سے اس قابل رحم فرقہ کو جو نفرت ہے اُسے دیکھ کر انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ سیدہ حضرت فاطمہ رضؓ کا مزار ایک اچھا خاصہ ماتم خانہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی مقام پر یہ لوگ دعا نہیں کرتے۔ چونکہ حاجی وہاں بھی مشرکانہ حرکات سے باز نہیں آتے۔ اس لئے ہر اہم مزار پر ایک پہرے دار رہتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضؓ کے مزار کے ارد گرد مٹی کی جو معمولی منڈیر بنی ہوتی ہے اس پر سپاہی بڑی بے تکلفی سے بیٹھتا ہے اور ہمارے اہل تشیع بھائیوں کے ماتم اور سینہ کوبی کو دیکھ کر بڑے طنز اور حقارت آمیز طریقہ سے مسکرا کر نفرت کا اظہار کر رہا تھا۔ معلوم ہے حاجی تو اس نفرت کا احساس نہیں کر سکتے۔ مگر ہمیں چونکہ حال ہی میں ایک ایسے گروہ سے واسطہ پڑا ہے جنہیں اس زمانہ کے مامور من اللہ کے اہل بیت اور خلفاء راشدین سے عداوت و نفرت ہے اس لئے ایسے مناظر دیکھ کر ہمیں دوہرا صدمہ ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ کے شمال کی طرف مسجد قُبا واقع ہے۔ ہجرت کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں تین دن قیام فرمایا تھا۔ اسی جگہ ایک کنواں ہے جہاں حضرت عثمان رضؓ کی ایک انگوٹھی گری ہوئی تھی جو حضرت نبی اکرم صلعم نے ان کو دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی حضورؐ نے جس حجرہ میں قیام فرمایا تھا اس کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہی وہ مسجد ہے جس کے متعلق روایت ہے کہ اگر کوئی ہر روز ہفتہ بعد نماز صبح اس مسجد کی زیارت اور وہاں دو نوافل ادا کرے تو اُسے عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

مدینہ منورہ کے اندر مسجد غمامہ مسجد حضرت علی رضؓ حضرت عمر رضؓ اور حضرت بلال رضؓ کی مشہور مساجد ہیں۔ مدینہ کے اندر تمام مساجد تو آپ پیدل جا کر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مگر مقام اُحد، مقام جنگ احزاب یا خندق۔ مسجد قبلتین بئر حضرت عثمان رضؓ کے لئے ٹیکسی پر جانا ہوتا ہے۔

مسجد قبا کے علاوہ مقام اُحد اور مقام غزوہ خندق اسلام میں ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ مقام اُحد کے قریب شہداء جنگ اُحد کے مقابر ہیں۔ افسوس کہ آجکل وہاں کوئی ایسا گائیڈ ہمیں نہیں مل رہا جو اس امر کی رہنمائی کر سکے کہ وہ درّہ کونسا ہے جہاں سے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ ہوا تھا۔

مقام خندق پر اب بھی خندق کے آثار موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خندق بہت گہری کھودی گئی تھی جس کے لئے صحابہ کرام رضؓ کو کس قدر محنت اور جانفشانی سے کام کرنا پڑا ہوگا اس مقام پر مختلف مساجد ہیں جو حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مختلف صحابہ اور خلفاء کی طرف منسوب ہیں۔ سب سے اونچے مقام پر مسجد فتح ہے جس جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلعم کو فتح کی خوشخبری دی تھی۔ مسجد فتح کے ساتھ ہی مسجد سلمان فارسی رضؓ بنی ہوئی ہے۔ گویا حضرت سلمان فارسی رضؓ اس جنگ کے موقعہ پر اپنے محبوب آقا کے قریب ہی مقیم تھے۔ کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ بھی اسی مبارک وجود کی مبارک نسل کے ساتھ مقدر کی ہوئی تھی۔ اس مقام پر ہر ایک احمدی کے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وجود اور حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان میں ترقی ہوتی ہے کہ کس طرح آج سے چودہ سو سال قبل اللہ تعالیٰ سے علم پا کر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان الفارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ

لو کان الایمان (او القرآن)
معلقاً بالثریا لناله رجل
او رجال من ھؤلاء

یعنی اگر ایمان اور قرآن دنیا سے اُٹھ بھی جائیں۔ گے تو اللہ تعالیٰ اسی مبارک نسل سے ایسے گوہر بے بہا پیدا کرے گا جو اپنے مبارک اور مقدس نمونہ سے پھر قرآن اور ایمان کو زندہ کریں گے۔ اور کس طرح عظیم الشان رنگ میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج احیاء دین اور قیام شریعت کے لئے اسی مقدس انسان کی نسل میں سے مسیح موعود علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

مسجد قبلتین یہ وہی مبارک مقام ہے جس جگہ تحویل قبلہ کا ارشاد خداوندی نازل ہوا تھا۔ آج بھی اس مسجد میں بیت المقدس یعنی پہلے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا نشان موجود ہے۔ بلکہ بعض حاجیوں کی سادگی کا تو یہ عالم تھا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اسی محراب میں کھڑے ہو کر نوافل پڑھے جا رہے تھے۔

بئر عثمان رضؓ یہ وہ کنواں ہے جو حضرت عثمان رضؓ نے یہودیوں سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آج اس کنویں میں [illegible] لگا ہوا ہے اور ایک خوبصورت باغ اور پالٹری فارم بنا ہوا ہے۔

میرا اور برادرم شیخ محمود احمد صاحب کا ایک بیوہ کے گھر میں قیام تھا۔ اہل مدینہ اس قدر با اخلاق اور مہمان نواز واقع ہوئے ہیں کہ آج بھی میری طبیعت ان کے حسن اخلاق کا اثر ہے۔ برادرم شیخ صاحب نزلہ اور بخار کی وجہ سے صاحب فراش تھے۔ میری ملاقات سے قبل اہل خانہ نے ہر رنگ میں ان کا خیال رکھا اور ہمارے باہر جانے کے بعد کمرے کی صفائی اور پانی کا بالالتزام انتظام ہو جاتا تھا

ہر حاجی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم حضرت نبی اکرم صلعم یا صحابہ کے وقت کی کوئی چیز دیکھ سکیں۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ جن کے گھر کے سامنے ہجرت کے وقت نبی کریم صلعم کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی۔ ان کی نسل یا خاندان کے بعض افراد کے پاس کچھ چیزیں موجود ہیں۔ چنانچہ تلاش کرتے ہوئے ہم ان کے گھر پہنچے تو ہمیں لکڑی کی ایک کمان قرآن کریم کا ایک قلمی نسخہ اور لکڑی کا ایک تالا جو کہ ایک صندوق میں محفوظ تھا دکھلایا گیا۔ جس کے متعلق بتایا گیا کہ کمان تو حضور اقدس صلعم کے زمانہ کی ہے۔ اور قلمی نسخہ اور تالا حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے زمانہ کے تھے جیسا کہ خاکسار نے عرض کیا ہے کہ ہمارے لئے مدینہ منورہ کی ہر گلی اور ہر مقام شعائر اللہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ وہی مقام ہے جہاں فخر دو جہاں سرور عالم حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے تقریباً دس سال گذارے ہیں۔ اور آج بھی انسان وہاں جا کر ایک قسم کا روحانی سکون محسوس

کرتا ہے۔ مگر جس طرح مکہ مکرمہ میں مسجد حرام اور بیت اللہ شریف میں ایک ناقابلِ بیان سکون میسر آتا ہے اسی طرح مسجد نبویؐ اور خاص طور پر حضور اقدس صلعم کے مزار مبارک کے قریب انسان محسوس کرتا ہے کہ یہی سچ مچ باغات جنت میں سے کسی باغ میں آگیا ہوں۔

تبدیلیٔ فضا اور آب و ہوا کی وجہ سے اکثر حاجی بیمار ہو جاتے ہیں۔ اور یہی کیفیت ہم دونوں کی تھی مگر خدا شاہد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس مبارک اور مقدس جگہ میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ وہاں جاتے ہی روحانی اور جسمانی سکون حاصل ہو جاتا تھا۔ ہم دونوں بھائیوں کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر نماز کے بعد اپنے آقا کے مزار مقدس پر جا کر سلام عرض کرتے تھے۔ مزار کے سامنے جاتے ہی دل چاہتا تھا کہ ہم اس مقدس تربت کے ساتھ بالکل لپٹ جائیں جس کے نیچے ہمارے آقا ہمارے محسن ہمارے محبوب جن پر لاکھوں رحمتیں نازل ہوں کا مبارک جسم چھپا ہوا ہے۔ اسلام میں اگر خودکشی منع و حرام نہ ہوتی تو شاید اسوقت تک شمع محمدی کے کتنے پروانے اس مقام پر اپنی جانیں پیش کر چکے ہوتے۔

مدینہ منورہ اب ہر رنگ میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ سرکاری عمارتیں اب بالکل نئی طرز کی بنائی جا رہی ہیں اور ایک بہت بڑا اور خوبصورت ہسپتال تیار ہو چکا ہے۔ جس میں سعودی عرب کے اپنے ڈاکٹروں کے علاوہ پاکستان کے بھی ڈاکٹر کام کر رہے ہیں۔ مسجد نبوی کے ارد گرد بہت اونچی اور خوبصورت عمارتیں بن چکی ہیں اور مزید بن رہی ہیں۔ سڑکیں بھی کشادہ ہیں۔ مکہ اور مدینہ میں سارے عرصہ قیام کے دوران اونٹ بہت ہی کم نظر آئے ہیں۔ اور اب جو قبائلی حج کے موقعہ پر ارد گرد سے آتے ہیں ان کے پاس بھی بہترین اور نئی قسم کے ٹرک یا لمبی لمبی کاریں ہوتی ہیں۔ اہلِ مکہ و مدینہ پردہ کے بڑی سختی سے پابند ہیں۔ البتہ بعض دوسرے ممالک سے جو حاجی جاتے ہیں ان میں کثرت ایسے لوگوں کی ہے جو پردہ سے بے نیاز ہیں۔

مدینہ منورہ میں اب ایک اسلامی یونیورسٹی قائم ہوئی ہے۔ جو "الجامعۃ الاسلامیہ" کہلاتی ہے۔ اس میں عربی کے علاوہ دوسری زبانیں پڑھانے کا بھی انتظام ہے۔ جبکہ حکومت سعودی نے اس میں عربی کی اعلےٰ تعلیم کے لئے بیرونی ممالک کے لئے وظائف بھی مقرر کئے ہیں۔ اس لئے ہندوپاکستان کے دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ یونیورسٹی کی خوبصورت بلڈنگ مقام

اُحد اور غزوۂ خندق کے قریب واقع ہے۔ یوں تو دنیا کی کوئی نعمت نہیں جو ان دونوں مکہ و مدینہ میں میسر نہ آتی ہو۔ مگر آپ کو مدینہ منورہ میں ہر علاقہ کے ہوٹل بھی مل جائیں گے اور آپ کو کھانے کے لئے کسی قسم کی کوئی تکلیف محسوس نہیں کریں گے ان مقامات کے ارد گرد کے ماحول اور مدینت کے ٹیلوں کے مقابل پر جب ان نعمتوں پر نظر پڑتی ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا جو آپ نے اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑتے وقت کی تھی یاد آجاتی ہے۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ

یعنی ہمارے رب! میں وادیٔ غیر ذی زرع میں تیرے محبوب گھر کے قریب اپنی اولاد کو صرف تیرے ہی حوالے کر کے جا رہا ہوں تاکہ تیرا نام بلند ہوتا رہے۔ مگر اے میرے محسن خدا! اب تو ہی لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں رزق کے طور پر عطا کرتا کہ جب وہ اپنے ماحول اور بے بسی کو دیکھیں اور دوسری طرف تیری بے بہا نعمتوں کا مشاہدہ کریں تو وہ تیرے اس احسان کی وجہ سے تیرے شکر گذار بندے بنے رہیں۔

اس میں کیا شک ہے کہ ان ایام میں ہر نعمت کو دیکھ کر انسان کا دل خود بخود ہی آستانۂ الوہیت پر جھک جاتا ہے اور وہ قدم بقدم پر اللہ تعالےٰ کے نشان دیکھ کر اس کے احسان کو یاد کر کے شکر گزار ہو جاتا ہے۔

مسجد نبویؐ میں نماز | مسجد نبویؐ کے لئے دو پیش امام مقرر ہیں ایک قاضی القضاۃ ہے یعنی مدینہ منورہ کا [illegible] اور دوسرا ان کا نائب۔ جو ان نمازوں میں پیش امام خود پڑھاتے ہیں۔ نماز بڑی اور وقار کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔ فرائض نماز کے بعد ہندوستان و پاکستان کی طرح ہاتھ اٹھا کر لمبی دعائیں پڑھنے کی بدعت یہاں قطعاً نہیں۔ جماعت کے بعد اگر آپ اگر مسجد کے کسی حصہ میں اگر با جماعت نماز ادا کرنا چاہیں تو کسی قسم کی کوئی روک نہیں۔

تہجد کے لئے بھی ان دنوں اذان ہوتی ہے۔ مگر با جماعت تہجد نہیں ہوتی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان مقامات کو ہر قسم کے شرک سے بچایا ہے۔ مگر جو لوگ باہر سے جاتے ہیں وہ کسی نہ کسی رنگ میں اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایک دن مسجد نبویؐ میں نماز مغرب کے بعد ایک جگہ تقریر ہو رہی تھی۔ تقریر کے ختم ہونے پر تالیاں بجائی گئیں گویا ہم مغربیت کے جراثیم وہاں بھی چھوڑ آتے ہیں۔ سرور آنحضور صلعم نے رؤیا میں جو دیکھا تھا کہ دجال خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے اس کی تعبیر ظاہر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان محبوب مقامات کو اس فتنۂ عظیم سے بچائے اور پیشتر اس کے کہ دجالیت کے اثرات سرایت کر جائیں اہلِ مکہ و مدینہ کی آنکھیں کھل جائیں اور ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہو جائے۔

اسلامی مساوات | مدینہ میں ایک پنجابی ہوٹل کے مالک نے بتایا کہ یہاں عام قاعدہ یہ ہے کہ مالک اور ملازمین خواہ کتنے ہی ادنیٰ کیوں نہ ہوں ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ حتیٰ کہ امیر مدینہ یعنی مدینہ کا گورنر بھی جب تک اپنے ملازموں کو دسترخوان پر نہ بٹھائے کھانا نہیں کھاتا۔ میں نے اپنے معلم کے ہاں بھی اس قسم کا مشاہدہ کیا ہے کہ بعض اوقات اگر کسی ملازم کے آنے میں دیری ہوتی تو کھانا ٹھنڈا ہو جاتا تھا مگر معلم اس وقت تک شروع نہیں کرتا تھا جب تک کہ وہ ملازم شامل نہ ہو جائے۔

حج سے قبل جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ میں قیام مختصر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ روانگی سے قبل دو رکعات نوافل کے بعد روضۂ مبارک پر آخری اور الوداعی سلام کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مسیح کی پاک اولاد خاندان مسیح موعود کی طرف سے بھی سلام عرض کیا۔

آج بھی وہ مقدس اور مبارک گھڑیاں جب یاد آتی ہیں تو طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔ روح اس تسکین کو ڈھونڈتی ہے جو روضۂ مبارک اور مسجد نبویؐ میں حاصل ہوتی تھی۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر اور مطہر و اقدس کے عشقِ محمدی کا اندازہ ہوتا ہے کہ ؎

جسمی یطیر الیک من شوق علا
یالیت کانت قوۃ الطیران

اے ہمارے محسن اور محبوب آقا! تیرے محبوب مقامات کی زیارت کے شوق میں آج ہماری روح اور جسم بے قرار ہیں۔ اے کاش! ہم میں اڑنے کی طاقت ہوتی ہم پر دانہ کی طرح بھی آنحضور کی مقدس خوابگاہ میں حاضر ہوتے۔

خاکسار ۲۴/۲ ۔ بالعموم عثمان [illegible]

مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ چونکہ معلم صاحب کو محترم شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کے ذریعہ جماعت کا تعارف اور سلسلہ کا اچھی طرح سے علم ہو چکا تھا اس لئے جونہی ہم نے کمرہ میں قدم رکھا تو انہوں نے مسکرا کر خوشخبری سنا دی کہ آپ کے اور آدمی آئے ہوئے ہیں۔ جیسے آتے ہی برادرم مکرم نور الحق صاحب انور مبلغ نیروبی سے ملاقات ہوئی۔ اور اس وقت تک میرے اور برادرم شیخ محمود احمد صاحب کے علاوہ ہمارے معلم صاحب کے پاس مزید چھ احمدی اور اکٹھے ہو گئے تھے۔ دو دن کے بعد برادرم سیٹھ انوار احمد صاحب کلکتہ مع والدہ محترمہ پہنچ گئے۔ اب ہمارے اس مختصر قافلہ نے ایک امیر یعنی محترم مولوی نور الحق صاحب انور کی قیادت میں باقی ایام کے پروگرام کو شروع کیا۔ چند دنوں کے بعد مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم اور مکرم مرزا لطف الرحمٰن صاحب مبلغین افریقہ بھی تشریف لے آئے۔ خدا تعالےٰ کا یہ خاص فضل ہے کہ امسال احمدی مبلغین کو اس حیثیت سے بغیر کسی روک کے حج میں آنے کی اجازت ملی ہے۔ مکرم عطاء اللہ صاحب کلیم اور مکرم مرزا لطف الرحمٰن صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کے ویزا برائے حج کا معاملہ متعلقہ سفیر کی طرف سے حکومت سعودی کی وزارت خارجہ کو بھجوایا گیا تھا اور حج کے چند دن پہلے جبکہ یہ ناامید ہو چکے تھے ان کو یہ خوشخبری ملی کہ حکومت سعودی عرب نے احمدی مبلغین کی حیثیت میں ہی ان کو حج کے لئے ویزا دے دیا ہے۔ اس قافلہ میں شامل چار دل مبلغین کا درویشانِ قادیان سے خاص اور گہرا تعلق تھا۔ خاکسار کو درویش کی حیثیت سے اور مکرم مولوی نور الحق صاحب انور کے والد محترم صوفی علی محمد صاحب مرحوم درویشی کی حالت میں فوت ہوئے اور مکرم عطاء اللہ صاحب کلیم کے والد محترم بابا سراج الدین صاحب مؤذن درویش تھے اور مکرم مرزا لطف الرحمٰن صاحب کے ماموں مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب بطور معاون ناظر بیت المال قادیان خدمتِ سلسلہ بجا لا رہے ہیں۔

غرضیکہ مناسکِ حج سے قبل ہم چودہ احمدی ایک ہی جگہ اکٹھے ہو گئے۔ جن کا ذکر اخبار الفضل میں آ چکا ہے۔

انشاء اللہ آئندہ آخری قسط میں مناسکِ حج کی تفصیل احرام کی حکمت اور ید اللہ فوق الجماعۃ کے نظارے نیز غار ثور اور غار حرا کی زیارت اور سرور دو عالم صلعم کے حجۃ الوداع کا نقشہ آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کروں گا۔ انشاء اللہ و باللہ التوفیق۔

قسط نمبر ۴

متحدہ ہندوستان میں مسیحیت اور اس کا دفاع

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

پرتگیزی۔ فرانسیسی اور انگریز

پرتگیزی جو سب سے پہلے ہندوستان آئے مذہبی جنون میں مشہور تھے۔ جب اسپین کی اسلامی حکومت کا چراغ گل ہوگیا۔ تو یہ لوگ جوشِ انتقام میں مسلمانوں کے موتر اور بر تر قبائل کو مسیحیت کا پیغام سنانے افریقہ کا بحری سفر کرنے لگے اس سفر کا محرک مذہبی جنون ہی تھا۔ اسی بحری تگ و دو میں انہیں حسنِ اتفاق سے ہندوستان کا بحری راستہ معلوم ہو گیا۔ اور یہ اب اسباب تجارت لے کر ہندوستان آنے لگے۔ ابھی تک یورپ کی کوئی دوسری قوم اس راستے سے واقف نہیں ہوئی تھی۔ پرتگیزی اگرچہ ایک نئے ملک اور نئے ماحول میں آئے تھے مگر ان کے مذہبی جوش نے انہیں یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہسپانوی مسلمانوں کا انتقام مسلمانانِ ہند سے لینا چاہتے تھے اسپین میں مسلمانوں نے مسیحیوں کو اسلام اور علم و حکمت سے آگاہ کیا تھا۔ اب یہ اسلامیانِ عالم کو مسیحیت اور مسیحی فلسفہ و افکار کا درس دینا چاہتے تھے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جناب یسوع مسیح تخت یا تلوار اور منقوش بہ نقاش مسیح کے بعد ہندوستان میں مسیحیت کی تاریخ پرتگیزوں کی آمد کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے ہم ان مسیحیوں کا قابلِ تعریف کارنامہ قرار دیتے ہوں۔ البتہ اس عہد کی اسلامی حکومتیں ضرور قابلِ تعریف ہیں۔ اسپین میں مسلمانوں کا جس طرح استیصال کیا گیا۔ اور یورپ کی اس چھوٹی سی پرتگالی حکومت کو ملانے کے لئے جس ظلم اور دغا و فریب سے کام لیا گیا مسلمان حکمران اس سے واقف تھے۔ وہ اگر چاہتے تو اپنے قلمرو میں مسیحیوں سے اس کا انتقام لیتے مگر انہوں نے ایسی تنگ دلی سے کام نہیں لیا۔ اور مسیحیوں کی نقل و حرکت، تجارت اور تبلیغ پر کوئی خاص پابندی عائد نہیں کی۔ بلکہ بعض دیندار مسلمان بادشاہوں نے بھی مسیحیت میں دلچسپی لی۔ شاہجہان کے تذکرے میں آتا ہے کہ جب دانشمند خاں مسیحیوں کے زیر اثر آگیا تو انہوں نے دربار میں عالم الحکیم سیالکوٹی سے ان کو مناظرہ کرایا اگرچہ دانشمند خاں اخیر تک مسیحیت کی طرف مائل رہا مگر جہانگیر

بادشاہ جہاں کسی نے ان کے خلاف کوئی خونریز کارروائی نہیں کی۔ اسپین میں مسلمانوں کے ساتھ مسیحیوں نے جو سلوک کیا۔ اس سے انسانیت ابھی تک شرمندہ ہے۔ مسلمانوں کو تبدیلِ مذہب پر مجبور کیا گیا۔ اسلامی آثار مٹا دیئے گئے۔ مسجدیں گرجوں میں تبدیل کی گئیں۔ اس وقت کی اسلامی حکومتیں اگر چاہتیں تو وہ بھی اپنی مملکت میں مسیحیوں کے ساتھ یہی سلوک کرتیں۔ وہ "سقوطِ اسپین" سے آزردہ خاطر ضرور تھے۔ مگر ان اخلاق و التفات نے ان کو ظلم کا بدلہ ظلم سے لینے پر آمادہ نہیں کیا۔ نہ ان حوادث سے ان کے جذبۂ رواداری میں کوئی کمی آئی۔

پرتگیزی مسیحیوں نے مسلمان حکمرانوں کی اس رواداری سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اس وقت جب ہسپانیہ اور کئی دوسرے ممالک میں اسلام قبول کرنا اور مسجدیں بنانا جرم تھا پرتگیزی مسیحی ہندوستان کی مغلیہ حکومت کو بپتسمہ دینے کی تیاری کر رہے تھے اور جابجا گرجا گھر بنا رہے تھے۔

"واسکوڈی گاما" کی آمد کے بعد پورے سو سال تک ہندوستان میں پرتگیزی مسیحی بلا شرکتِ غیرے تجارت اور مسیحیت کی اشاعت کرتے رہے۔ انہیں جو بحری راستہ معلوم ہو گیا تھا ہمیشہ اسے صیغۂ راز میں رکھتے۔ سو سال تک فرانسیسیوں یا انگریزوں کو بحری سفر کا یہ راستہ معلوم نہ ہو سکا ہندوستان میں پرتگالیوں کی یہ سو سالہ تاریخ دراصل مسیحیت کی تاریخ ہے۔

شاہ پرتگال کا پیغام

البوقرق نے جب مملکتِ بیجا پور کے بعض ساحلی مقامات پر قبضہ کر لیا تو ۱۵۴۳ء میں شاہِ پرتگال نے ایک چھوٹی سی مسیحی حکومت کے نام فرمان بھیجا اس سے پرتگیزی مسیحیوں کی ذہنیت اور ان کے پوشیدہ عزائم کا پتہ چلتا ہے۔ شاہِ پرتگال کا فرمان یہ تھا جو گورنر گوا کے نام آیا۔

۱۔ اپنی حکومت میں مورتی پوجا بند کرنا ایک عیسائی حکومت کا عین فرض ہے۔

۲۔ میرا یہ فرمان ہے کہ تمام مورتیوں کو توڑ پھوڑ ڈالا جائے۔ اور بت بنانے والوں کو قتل کر دیا جائے۔

۳۔ جو لوگ عیسائی مذہب قبول کریں اُن کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا جائے۔ ان کو مذہب اور ہر قسم کی تعلیم دینے کے لئے اسکول کھولے جائیں اور جو لوگ عیسائی نہ ہوں اُن کو بھی مسیحیت کی تعلیم دی جائے"۔

یہ ہندوستان میں پہلی مسیحی حکومت کا آئین ہے۔ آئندہ اس سنگِ بنیاد پر مسیحی حکومت کا ڈھانچہ کھڑا ہونے والا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ چند چھوٹے چھوٹے علاقوں کے علاوہ اور کہیں قدم جمانے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور جہاں موقعہ ملا وہاں بھی وہ اپنے ان خوفناک عزائم پر عمل نہیں کر سکے۔ ورنہ آج ہندوستان کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ مسلمانوں کے ہزار سالہ عہدِ حکومت میں بت پرستی اور بت خانوں پر وہ تباہی نہیں آئی تھی جو پرتگیزی چند دنوں میں ڈھانا چاہتے تھے۔ پھر بھی جہاں تک ان کے وسائل اجازت دیتے تھے اپنے عزائم کو عمل میں لانے کی کوشش کرتے رہتے تھے ان کوششوں میں ایک بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے بپتسمہ دینے کے لئے اکے دکے مسافروں کا اغوا بھی کرتے تھے۔ خشکی پر تو ایسے واقعات کم ہوتے تھے مگر سمندر جہاں ان کا راج تھا وہاں اکثر ایسے واقعات ہوتے رہتے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ پرتگیزی کم سے کم دو ہزار ہندوستانیوں کو سمندر سے گرفتار کر کے لے گئے۔

شاہِ پرتگال نے اپنے فرمان میں اسکول قائم کرنے کی جو تاکید کی تھی۔ پرتگیزیوں نے اس پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ چونکہ یہ مسیحیت کو پھیلانے کا سب سے مہذب اور کامیاب ذریعہ تھا۔ اور سچ پوچھئے تو ہندوستان میں مسیحیت کی اشاعت میں سب نے نمایاں حصہ مسیحی اسکولوں اور درسگاہوں نے ہی لیا ہے۔

فرانسیسی اور انگریز

پرتگیزیوں کی آمد کے سو سال بعد فرانسیسیوں اور انگریزوں کو بھی ہندوستان کا بحری راستہ معلوم ہوگیا۔ اور اب یہ دونوں قومیں بھی اس راستے پر سفر کرنے لگیں۔ پرتگیزیوں نے ہمیشہ ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ اسی جدوجہد میں بار بار سمندروں میں ان دونوں کے درمیان خونریز جنگیں ہوئیں جن میں پرتگیزیوں کو شکست ہوئی۔ اور اب میدان میں صرف فرانسیسی اور انگریز رہ گئے ان دونوں میں بھی تجارتی مقابلہ چل رہا تھا تو یہ رقابت اور پھر یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی باہمی جنگ جو کبھی ہولناک صورت اختیار کر لیتی اس سے ان دونوں قوموں کے تعلقات بگڑتے گئے۔ سمندر اور خشکی میں جنگیں ہوئیں آخر انگریزوں کے مقابل پر فرانسیسی میدان ہار گئے۔ اور اب ہندوستان میں صرف انگریز یعنی "ایسٹ انڈیا کمپنی" ایک باا‌ثر جماعت کے طور پر رہ گئی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی

ایسٹ انڈیا کمپنی انگریز تاجروں کی ایک کمپنی تھی۔ یہ کمپنی سنہ ۱۶۰۰ء میں قائم ہوئی اس کے دو ہزار حصہ دار تھے۔ سنہ ۱۶۰۰ء میں ملکہ الزبتھ نے اس کو ہندوستان میں تجارت کرنے کا حق دیا۔ اس چارٹر کی قانونی حیثیت یہ تھی کہ اس کی موجودگی میں کوئی دوسرا انگریز انفرادی یا اجتماعی طور پر ہندوستان سے تجارت نہیں کر سکتا تھا۔ ہر بیس سال کے بعد اس ٹھیکے کی تجدید ہوتی تھی اور اس کمپنی کی عمومی نگرانی انگلستان کی پارلیامنٹ کیا کرتی تھی۔ اور کئی نیکدل انگریز ان کی تاجرانہ لوٹ کھسوٹ۔ اخلاقی زوال اور ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرتے رہتے تھے۔ ہر ٹھیکے کی تجدید کے وقت پارلیامنٹ ان کے اعمال کا محاسبہ کرتی اور اس کے تجارتی طور و طریق کے متعلق معتبر لوگوں کی شہادتیں لی جاتیں۔ سنہ ۱۸۳۱ء میں راجہ رام موہن رائے کی شہادت بھی لی گئی تھی۔ مگر یہ کمپنی بھی بڑی بااثر تھی۔ ان تمام نگرانیوں کے باوجود یہ اکثر پارلیمنٹ سے اپنی مرضی کی بات منوا ہی لیتی۔

"ایسٹ انڈیا کمپنی" نے سب سے پہلے سنہ ۱۶۰۱ء میں ہندوستان کے لئے اپنا تجارتی جہاز بھیجا۔ اس کے عملہ میں زیادہ تر ان پڑھ، غریب اور پسماندہ طبقے کے لوگ تھے۔ جو معمولی سی تنخواہوں کی لالچ میں سمندر کا ایسا خطرناک سفر اختیار کرتے۔ ہندوستان میں اس وقت دولتِ مغلیہ کے تخت پر جہانگیر بیٹھا تھا۔ اس سال کے آخر میں دو انگریز مسٹر طامس رو اور مسٹر ہاکنس باری باری دربار جہانگیری میں پیش ہوئے۔ جہانگیر مسٹر ہاکنس کی تہذیب و شائستگی سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے انگریزوں کو ہندوستان میں تجارتی کوٹھیاں بنانے کی

اجازت دے دی

کمپنی کی طرف سے اشاعت مسیحیت کی مخالفت

اس کے بعد ہم ہندوستان میں ۱۸۳۳ء تک ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ پڑھتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پرتگیزیوں کی طرح انگریز تاجروں کے ساتھ بھی پادری اور مسیحی مبلغ ہندوستان آئے ہوں۔ سب سے پہلے ۱۷۹۳ء میں مسٹر ولبرفورس نے پارلیمنٹ میں اس مضمون کا ایک ریزولیوشن پیش کیا کہ ہندوستان میں پروٹسٹنٹ عقائد کی تبلیغ اور مسیحی مذہب کی اشاعت کو سرپرست کیا جائے۔ لیکن اس تجویز کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے بڑی مخالفت کی۔ اس کے ڈائرکٹروں نے مختلف طریقوں سے ممبران پارلیمنٹ کو باور کرایا کہ ہندوستان میں مسیحیت کا فروغ انگلستان کے حق میں مضر ہوگا۔ یہ کمپنی شروع ہی سے اسی پالیسی پر عمل کرتی چلی آرہی تھی۔ یہ ہندوستان میں پرتگیزیوں کے برعکس محض تاجر کے طور پر مقیم تھے [illegible] اور جو لوگ کمپنی کے [illegible] بھی انہیں لوگوں کو ہندوستان بھیجتی جن میں مذہبی جذبہ کم ہوتا۔ اور ادنیٰ زندگی کے عادی ہوتے۔

پاپائی نظام

پرتگیزیوں اور انگریزوں میں ایک فرق تھا یہ دونوں الگ الگ مسیحی فرقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ سپین و پرتگال پاپائی نظام کا [illegible] تھا اور انہیں ہندوستان یا دوسرے ایشیائی ممالک میں تجارت کرنے کا حق کسی پارلیمنٹ کی بجائے "پاپائے روم" نے ہی دیا تھا۔ اس نظام میں زندگی بہت سی بندشوں میں گرفتار تھی۔ آزادی عقائد و خیالات کا تصور تک حرام تھا۔ اس نظام میں مسیحیوں کو محدود دنیا میں رکھنے کے لئے ایک محکمہ احتساب قائم کیا گیا تھا۔ اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ کتنے ہی معروف و مشہور سائنس دان محض اس بنا پر اس کے شکنجوں میں کسے گئے کہ انہوں نے فلکیات یا طبیعیات کے متعلق کوئی ایسی تحقیق پیش کی جو مروجہ مسیحی عقائد سے مختلف تھی۔ برونو اور گلیلیو کو قید و بند کی مصیبت میں ڈالا گیا۔

یورپ کی بہت سی مسیحی قومیں اس پاپائی نظام سے بیزار ہوگئی تھیں اور سولہویں صدی عیسوی میں صدائے احتجاج بلند کرکے اس سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ ان علیحدہ ہونے والوں کو پروٹسٹنٹ یا احتجاجیہ فرقہ کہتے ہیں۔ انگریز اسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ زمانہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ہی ۱۶۱۱ء میں پروٹسٹنٹ فرقے کی طرف سے بائیبل کا مستند نسخہ شائع ہوا۔

پروٹسٹنٹ فرقہ

ان لوگوں میں کیتھولکس کی طرح جیسا مذہبی جنون نہیں پایا جاتا تھا۔ یہ آزاد خیال اور مصلحت اندیش لوگ تھے یہی وجہ تھی کہ دو سو تینتیس (۲۳۳) سال تک ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں مسیحیت کی اشاعت کی مخالفت کرتی رہی۔ وہ اپنی اس پالیسی میں اتنی سخت تھی کہ ۱۷۹۹ء میں جو مبلغ انگلستان سے بنگال آئے وہ سرام پور "ٹھہرے" جو ان دنوں ڈچوں کے زیر انتداب تھا۔ تا ایسٹ انڈیا کمپنی کی گرفت سے بچے رہیں۔

جنگ پلاسی اور مسلمانوں کا زوال

۱۷۵۷ء تک ان حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ لیکن جب پلاسی کی جنگ ہوئی اور چند گھنٹوں کے اندر نواب سراج الدولہ انگریزوں کے ہاتھ سے شکست کھا گئے تو اس دن ہندوستان میں کمپنی کی حیثیت بدل گئی۔ یہ اب ایک حکمران پارٹی بن گئی۔ اس کی اس حیثیت سے اب نئے نئے مسائل کھڑے ہوگئے۔ انہیں میں ایک مسئلہ تعلیم بھی تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدیداروں کو مسلم دشمنی میں خاص لطف آتا تھا۔ اس نے بنگال کا عنان اقتدار سنبھالتے ہی سب سے پہلے مسلمانوں کی شہ رگ پر حملہ کیا۔ یعنی ان کا تعلیمی نظام درہم برہم کردیا۔ انگریزوں سے پہلے تعلیمی اخراجات کے لئے مسلمان امراء اور رؤساء بڑی بڑی جاگیریں وقف کرتے تھے جس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی نے بنگال پر قبضہ کیا اس وقت بنگال کے رقبے کا چوتھائی حصہ تعلیمی درسگاہوں کے لئے وقف تھا۔ اس کمپنی نے ساری زمینیں جو "معافیات" کہلاتی تھیں بحق سرکار ضبط کرلیں۔ اور اب مسلمانوں کے پاس تعلیمی درسگاہ چلانے کے لئے آمدنی کی کوئی معقول صورت نہیں رہی۔ ۱۸۰۶ء میں ایک مسلمان رئیس حاجی محمد محسن نے ہگلی میں مسلمانوں کی دینی درسگاہ کے لئے ایک بڑی جائداد وقف کی جس کو "ہگلی وقف" کہتے ہیں۔ انگریزوں نے اسی وقف پر بھی قبضہ کرلیا۔ اور اس درسگاہ کو اس کی آمدنی سے محروم کردیا۔

پادریوں کی آمد

ہندوستانیوں کے لئے یہ صورت حالات بہت اضطراب انگیز تھی۔ بعض انگریز عہدیدار خصوصاً لارڈ منٹو بھی کمپنی کی اس روش سے بیزار تھے۔ کچھ دنوں کے بعد کمپنی نے بھی اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ اُدھر پارلیمنٹ دور دراز سے کمپنی کے اعمال کا جائزہ لے رہی تھی۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۱۲ء میں کمپنی نے ہندوستانیوں کی تعلیم کے لئے ایک لاکھ روپے کی منظوری دی۔ بس کمپنی کا یہ اعلان کرنا تھا کہ وہ پادری جو مسیحیت کی اشاعت کے لئے یہاں نہیں آسکتے تھے اب تعلیم کے بہانے آنے لگے۔ انہوں نے یہاں آکر اسکول اور کالج کھولے۔ کلکتہ کا اینگلو انڈین کالج، بنارس کا "جے نارائن کالج" اور پونا کا "ہندو کالج" انہیں دنوں کی یادگار ہے۔ دوسری درسگاہیں جیسے کلکتہ مدرسہ۔ کلکتہ سنسکرت کالج۔ اور آگرہ کالج میں انگریزی کلاسوں کا اضافہ کردیا گیا۔ ان درسگاہوں میں جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا تھا۔ اس سے طالب علموں کے عقائد کا متاثر ہونا ضروری تھا۔ کہتے ہیں کہ ان میں انجیل کی تعلیم لنڈن کے اسکولوں سے بھی زیادہ دی جاتی تھی۔

مسلمانان کلکتہ کا احتجاج

اس تعلیمی پالیسی کے خلاف سب سے پہلے مسلمانان کلکتہ نے احتجاج کیا۔ اس احتجاجی تجویز پر آٹھ ہزار مسلمانوں نے دستخط کئے۔ اس کے بعد ہی ہندوؤں نے بھی یہی خطرہ محسوس کیا۔ اور ان سبھوں نے بھی کمپنی کی تعلیمی پالیسی کی مخالفت کی ان احتجاجوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب انجیل کا مضمون اختیاری کردیا گیا۔ مگر قوم دجال کی ذہنیت کا [illegible] دیکھئے کہ اب نصاب میں ایسی کتابیں داخل کی گئیں جن میں بکثرت انجیل کے حوالے ہوتے تھے۔ اور طالب علموں کو مجبوراً انجیل کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا۔

ہندوستان میں اشاعت مسیحیت کی اجازت

ابھی مسیحیوں کا نصاب تعلیم اسی طرح طالب علموں کے ذہن پر اثر انداز ہو رہا تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی میں ایک انقلاب آگیا "مسٹر چارلس گرانٹ" جو کمپنی کا ایک ڈائرکٹر تھا۔ اور ہندوستان میں مسیحی تعلیم اور مسیحی مذہب کی اشاعت کا دلدادہ تھا۔ ۱۸۳۳ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے ٹھیکہ کی تجدید ہوئی تو اس وقت وہ بورڈ آف کنٹرول کا پریذیڈنٹ منتخب ہوگیا اس عہدے پر آتے ہی اس نے پارلیمنٹ سے اپنی تجویز منوالی۔ اور اب پادریوں کے ہندوستان آنے پر کوئی پابندی نہیں رہی اب دھڑا دھڑ بپتسمہ دینے والوں کی ٹولی ہندوستان آنے لگی۔ یہ ۱۸۳۳ء کے بعد کی بات ہے۔ ان پادریوں نے بھی پرتگیزیوں کی طرح مسلم آزاری کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلمانوں کے خلاف تقریر و تحریر۔ تالیف و تصنیف اور دعوت و ملاقات کے ذریعہ نفرت پھیلائی جانے لگی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں کمپنی کا اثر و رسوخ دیکھ کر اکثر انگریز عہدیدار اور ممبران پارلیمنٹ بھی یہ سمجھنے لگے کہ بس اب یہ کل سارا ہندوستان بپتسمہ لینے والا ہے اس لئے وہ مختلف حیلوں بہانوں سے ہندوستانیوں کو مسیحیت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ انہیں میں ایک طریقہ ہندوستانی قوموں کے مذہبی شعائر کی توہین کرنا بھی تھا۔ مثلاً تند اور سست کہنے والے مسیحیوں کو اس میں بڑا لطف آتا تھا۔ انگریزوں کے اس توہین آمیز سلوک نے تین بار ہندوستانی فوجوں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ پہلی بغاوت ویلور (مدراس) میں ہوئی۔ دوسری بارکپور میں۔ اور تیسری میرٹھ و دہلی میں۔

مسٹر جان برائٹ ایک مشہور ممبر پارلیمنٹ گزرے ہیں۔ بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ وہ انگریزی راج کو ناقص و نااہل قرار دیتے تھے ۱۸۵۸ء میں انہوں نے پارلیمنٹ کے سامنے ایک تاریخی تقریر کی۔ اس میں منجملہ اور باتوں کے یہ بھی کہا کہ

> اگر تمہیں ان کا عیسائی ہونا پسند ہے تو بجائے دوسرے طریقوں کے عیسائیت کے اعلیٰ اخلاق اختیار کرکے ان کے سامنے عمدہ نمونہ بنو۔
>
> (اہل ہند کا ارتقاء)

یہ ایک مختصر سا جملہ ہے مگر اس سے اس دور کی انگریزی سیاست کے اکثر پہلو سمجھ میں آجاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کمپنی اور حکومت انگلستان دونوں ہندوستان کو عیسائی بنانے کی گھات لگائے بیٹھے تھے۔ (باقی)

اعلان نکاح

قادیان ۱۲ر جولائی۔ آج بعد نماز جمعہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ نے وسیم الدین صاحب ولد ابراہیم صاحب مرحوم ساکن [illegible] ضلع ہزارہ مغربی پاکستان کے نکاح کا اعلان فرمایا جو سیدہ رفیعہ سلطانہ صاحبہ بنت سید ارادت حسین صاحب مرحوم ساکن بھاگلپور کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر قرار پایا۔ محترمہ دلہن آجکل ربوہ میں ہے جو مکرم بشیر الدین صاحب بھاگلپوری محلہ دارالرحمت ربوہ کی کفالت اور ولایت میں ہے۔ (ادارہ)

رسالہ الفرقان کا

"درویشانِ قادیان نمبر"

ایمان افروز، تاریخی حقائق اور روح پرور مجاہدانہ قربانیوں کی دستاویز

ملحمہ ۱۹۴۷ء کے بعد بھارت کے کونے کونے میں مشعلِ ایمان روشن کرنے والے سرفروش مجاہد

ماہنامہ الفرقان کا آئندہ شمارہ ایک غیر معمولی خاص نمبر ہے۔ الفرقان کو یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ وہ مرکز احمدیت قادیان میں دھونی رمانے والے درویشانِ کرام (اللہ کی ان پر ہمیشہ برکات ہوں) کے مستند، تاریخی اور مکمل حالات ایک نمبر میں شائع کر رہا ہے۔ ۱۹۴۷ء کے ہلاکت خیز انقلاب اور ہجرت کے بعد جو لوگ حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کے خاص درویشوں میں شامل ہو کر، اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر، دن رات آپ کے مشن کو پورا کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں۔ احمدیت کی صداقت کی منہ بولتی شہادت ہیں۔ ایسی شہادت جس کے سامنے معاندین کے منہ بھی بند ہو جاتے ہیں۔

ان لوگوں کے ایمان افروز حالات کو جاننا، انہیں اپنی اولادوں کو پڑھانا ہر احمدی کا فرض ہے۔ انصاف پسند غیر از جماعت احباب تک ان حالات کو پہنچانا بھی بہت بڑے تبلیغی فرض کی ادائیگی ہے۔ یہ ایک تاریخی اور تبلیغی بہترین مجموعہ ہے۔

میری درخواست پر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے جملہ حالات و واقعات خود ارسال فرمائے ہیں اور ان کی خاص اجازت سے یہ نمبر مرتب کر کے شائع کر رہا ہوں۔ مقدس مقامات اور خاص اراکین کے فوٹو بھی شاملِ اشاعت کئے جا رہے ہیں۔ مخلصین کے مضامین ایمان افروز مقالات کے علاوہ بہترین اور ولولہ انگیز نظمیں بھی اس رسالہ میں شائع ہو رہی ہیں ——— ڈیڑھ صد سے زائد صفحات اور ایک درجن سے زائد تاریخی فوٹو پر مشتمل درویشانِ قادیان نمبر مورخہ دس ستمبر ۱۹۶۳ء کو شائع ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اس خاص نمبر کی عام قیمت دو روپے ہوگی۔ رسالہ الفرقان کے خریداروں کو یہ نمبر بھی ان کی سالانہ قیمت میں ہی ملے گا۔ رسالہ کی سالانہ قیمت چھ روپے مقرر ہے۔ نئے خریدار جو پیشگی قیمت سال بھر کے لئے ارسال کر دیں گے انہیں بھی یہ رسالہ اسی قیمت میں ملے گا۔ بقایادار حضرات کے نام یہ نمبر ارسال نہیں ہوگا وہ جلد اپنا بقایا ادا فرمائیں۔ (ابوالعطاء جالندھری ایڈیٹر الفرقان ربوہ)

نوٹ: بھارت کے احباب شیخ مسعود احمد صاحب انیس شاہجہانپوری قادیان سے خط و کتابت کریں۔

دعائے مغفرت و درخواست دعا

میری جوان سالہ لڑکی بعمر ۱۶ سال عرصہ ۸ دن کی علالت کے بعد مورخہ ۲۶-۶-۶۳ کو وفات پاگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عزیزہ مرحومہ ادیب کامل کرنے کے بعد ہائی سکول کر چکی تھی بڑی ذہین بچی تھی۔ احباب جماعت سے عزیزہ کے لئے دعائے مغفرت اور نماز جنازہ غائب کی درخواست ہے۔

اس افسوسناک سانحہ پر جن دوستوں نے بذریعہ خطوط اس عاجز سے ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔ میں ان سب کے ایسے جذبات کی تہ دل سے قدر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سب کو اس کی جزائے خیر دے اور ہمیں صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار ایم رفیع اللہ رزمی(?) سیکل ہال فیض آباد

درخواستہائے دعا

(۱) میرے والد صاحب بہت دنوں سے بیمار ہیں دونوں کی شفایابی کے لئے (۲) میرے والد صاحب نیز چچا جان محمد ذوالزمان(?) علی صاحب (صدر جماعت احمدیہ بنگال) مالی مشکلات میں مبتلا ہیں مشکلات دور فرمانے کے لئے (۳) میرا چھوٹا بھائی محمد انوار الحق سلمہ اللہ تعالیٰ جو کہ ایم-۱۰ سے(?) کلاس میں تعلیم پا رہا ہے اور محمد اختر الحق جو کہ انڈسٹرشپ(?) اسکول میں ٹریننگ پا رہا ہے نیز میرے تینوں چھوٹے بھائی اور لڑکا مائینر سکول میں پڑھتے ہیں۔ اور ایک میٹرک کلاس میں کی مناسب کامیابی کے لئے (۴) میرے چچا جان سید شفیق(?) احمد صاحب اور بچہ جان بہت دنوں سے بیمار ہیں (۵) میرا پیارا شاہزادہ محمد قمر الحق سلیم اقبال اکثر بیمار رہتا ہے۔ اس کی درازی عمر اور سلسلہ کے خادم دین بننے کے لئے دعا کی درخواست ہے جملہ افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ، صحابہ کرام و بزرگان سلسلہ عالیہ احمدیہ اور تمام درویشان قادیان سے درخواست دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم نازل فرمائے۔

طالب دعا محمد شمس الحق ٹیچر مدرسہ احمدیہ پینکال، گنگ(?) اڑیسہ

کتاب اُم الالسنہ کے متعلق ضروری اعلان

از محترم سید داؤد احمد صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ربوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمی کارناموں میں سے ایک بے نظیر کارنامہ عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کرنا ہے آپ نے آج کل کے تمام مستشرقین اور علمائے علم الالسنہ کے نظریات کے خلاف اس بات کا دعویٰ فرمایا کہ دنیا کی تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں۔ اور اس کو ثابت کرنے کے لئے بعض بنیادی اصول وضع فرمائے جن کے مطابق اس تحقیق کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا جا سکتا ہے

مکرم و محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر جماعت کے علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے سالہا سال کی کاوش، محنت اور عرق ریزی سے کام لے کر اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمودہ اصولوں اور قواعد کو مدنظر رکھ کر آپ کی شروع کی ہوئی اس تحقیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ اور غیر زبانوں کے ہزارہا الفاظ کو عربی زبان سے مشتق ثابت کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ عربی زبان ہی تمام زبانوں کی ماخذ و منبع ہے۔ آپ کی اس بے نظیر تحقیق میں سے نمونہ کے طور پر بعض مقالہ جات رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہو کر اور غیر از جماعت علمی حلقوں میں مقبول ہو چکے ہیں اور بڑے بڑے علمائے علم اللسان سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

اس علمی تحقیق کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر ادارہ ریویو نے اس تحقیق کو خلاصہ کے طور پر ایک کتاب کی شکل میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ مغرب کے علمی حلقوں اور لائبریریوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بے نظیر علمی تحقیق کو متعارف کر کے حضور اقدس علیہ السلام کے علمی مقام کو نمایاں کیا جا سکے۔ اصل کتاب کا حجم تو کئی ہزار صفحات سے کم نہ ہوگا۔ فی الحال اس کا نمونہ کتابی صورت میں طبع کروایا جا رہا ہے۔ جو اڑھائی صد صفحات پر مشتمل ہوگی اور مندرجہ ذیل مضامین پر روشنی ڈالے گی۔

(۱) عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نظریہ (۲) آغاز زبان کا مسئلہ (۳) مختلف زبانوں کی عمریں (۴) زبانوں کے خاندان اور سنسکرت (۵) علمائے مغرب نے عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے کو کیوں نظر انداز کیا (۶) دنیا کی تمام زبانوں کا منبع واحد ہونے کے بارے میں علمائے علم الالسنہ کا اتفاق رائے (۷) نظریہ ام الالسنہ کے فوائد (۸) قرآن کریم کی زبان لاثانی ہے۔ (۹) عربی زبان ایک مکمل زبان ہے (۱۰) بہترین زبان کو جانچنے کا معیار (۱۱) دخیل الفاظ (۱۲) تجنیس خطی کی وجہ سے الفاظ کا اختلاط (۱۳) الفاظ کے مختلف امراض (۱۴) آرین اور سامی زبانوں کی گمشدہ کڑی کی تلاش (۱۵) غیر زبانوں سے عربی زبان کے ماخذ دریافت کرنے کے دس معین اصول (۱۶) ایک لفظ کے مطالعہ کا طریق (۱۷) انگریزی الفاظ کے عربی ماخذ (۱۸) فرنچ زبان کے عربی ماخذ (۱۹) جرمن زبان کے عربی ماخذ (۲۰) ہسپانوی زبان کے عربی ماخذ (۲۱) لاطینی زبان کے عربی ماخذ (۲۲) اطالوی زبان کے عربی ماخذ (۲۳) یونانی الفاظ کے عربی ماخذ (۲۳) [illegible] زبان کے عربی ماخذ (۲۴) روسی زبان کے عربی ماخذ (۲۵) فارسی الفاظ کے عربی ماخذ (۲۶) آرمینی(?) زبان کے عربی ماخذ (۲۷) سنسکرت الفاظ کے عربی ماخذ (۲۸) ہندی الفاظ کے عربی ماخذ (۲۹) چینی الفاظ کے عربی ماخذ۔

کتاب نسبتاً بہت محدود تعداد میں شائع کی جا رہی ہے۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات فوری طور پر مطلوبہ تعداد دفتر ریویو ربوہ کو اطلاع دے کر اپنی کتاب ابھی ریزرو کروا لیں کیونکہ ایسا نہ ہو کہ محدود تعداد میں طبع ہونے کی وجہ سے بعد میں ان کے حصول میں دقت ہو۔

مینیجنگ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ربوہ

دنیائے عیسائیت میں ایک اور زلزلہ

(بقیہ صفحہ اوّل)

ہے۔ وہ لوگ جو عقل و شعور کے سنِ بلوغ کو پہنچنے کی جرأت کرتے ہیں (اور نوع انسان اس دورِ جدید میں اس بلوغت سے زیادہ سے زیادہ بہرہ یاب ہوتی جارہی ہے) اُن کے لئے سب سے بڑا اور سب سے اہم سوال یہ ہوتا ہے کہ "کیا فلاں نظریہ صداقت پر مبنی ہے؟" خطرات مول لینے کی جرأت ہی انسان کو اس سوال کے صحیح جواب تک پہنچایا کرتی ہے۔ تاریخ ایسے معتقدات کی ناکامی سے بھری پڑی ہے۔ جو لوگوں کے علم اور گہرے تجربہ کی کسوٹی پر پورے نہیں اتر سکے۔ میں سمجھتا ہوں بشپ رابنسن ان معدودے چند اشخاص میں سے ایک ہیں جنہوں نے تاریخ کے اس سبق کو اہمیت کو اچھی طرح بھانپ لیا ہے"۔

اسی طرح پادریوں کی مجلسِ اعلیٰ کے ایک اور رکن کینن ٹی۔ آر۔ ملفورڈ (Canan T. R Milford) جو "ماسٹر آف دی ٹمپل" کے عہدہ پر فائز ہیں لکھا۔

"آج سے سو سال پہلے آکسفورڈ کے پادریوں نے جرأت کر کے (معتقدات کے بند دروازے پر) دستک دینے کی کوشش کی تھی۔ اب کیمبرج کے پادریوں کی باری ہے اور ڈاکٹر رابنسن انہیں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے برسرِ عام وہ بات کہنے کی جرأت کی ہے جس کے متعلق سالہا سال سے بہت سے پادری اور دوسرے مذہبی لوگ آپس میں کانا پھوسی کر رہے تھے ہمیں ان کی جرأت اور دیانت کی داد دینی چاہئے"۔

انگلستان کے بعض نامی گرامی پادریوں کے شائع شدہ خطوط کے اقتباس درج کرنے کے بعد اب ہم ایک غیر مذہبی عیسائی نوجوان کے خط کا اقتباس پیش کرتے ہیں جو کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر سی۔ ایس۔ لوئیس (Mr. C. S. Lewis) سے ہے۔ انہوں نے لکھا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ (وولوچ کے بشپ (ڈاکٹر رابنسن) کے بے لاگ اظہارِ خیال سے ہم عیسائی عوام کو اس سے کہیں کم پریشانی لاحق ہوئی ہے جتنی کہ وہ خود توقع رکھتے تھے ہم عیسائی عوام عرصہ ہوا ایک ایسے خدا پر اعتقاد کو خیرباد کہہ چکے ہیں جو آسمان نامی کسی مجسم مقام میں تخت پر بیٹھا ہوا ہے ہمارے نزدیک ایسا اعتقاد (خدا کو انسانی جسم میں محدود کرنے کے مترادف ہے۔ اور ہمارے اپنے زمانہ سے قبل ہی اس اعتقاد کی مذمت کی جاچکی ہے گبن کے ہاں اس کا کچھ نہ کچھ تذکرہ موجود ہے۔ مجھے تو عقل و خرد کے سنِ بلوغ کو پہنچا ہوا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جس نے "خدا آسمان میں ہے" کے اعتقاد کی بجائے "خدا آسمان سے بالا ہے" کا عقیدہ بایں معنی اختیار کیا ہو کہ وہ کائنات کی حدود سے باہر ہے اگر میں یہ کہتا ہوں کہ خدا زمان و مکان کی قیود سے باہر یا بالا ہے تو میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی طرح باہر یا بالا ہے جس طرح شیکسپیئر اپنے ڈرامہ موسومہ "طوفان" (Tempest) سے ماوراء ہے بایں ہمہ اس ڈرامہ کے مناظر اور کردار شیکسپیئر کی ذات کو ڈرامہ سے خارج کرنے یا کالعدم قرار دینے پر منتج نہیں ہوتے ہیں۔ خدا کے متعلق ہمارا یہی تصوّر نہیں ہوتا کہ وہ ہم میں ہے یا ہمارے اوپر آسمان میں ہے۔ ہمارے تصوّر میں یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ہمارے نیچے زمین کی گہرائیوں اور خلاؤں میں بھی ہے یعنی یہ کہ وہ ہر جگہ موجود ہے)"

کتنا ہمہ گیر اور کتنا عظیم الشان انقلاب ہے۔ کہ خود مغرب کے عیسائی ممالک میں عیسائیت کے مشرکانہ عقائد کی نامعقولیت کا اعتراف کوئی اِکّا دُکّا غیر اہم یا بے حیثیت عیسائی نہیں بلکہ انگلستان کا ایک نامی گرامی بشپ کر رہا ہے اور اس کے اس برملا اعتراف پر نفرین نہیں بلکہ ہر چہار طرف سے تحسین و آفرین اور آمنّا و صدّقنا کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں آج سے ستر سال پہلے جب دنیا بھر میں اور علی الخصوص افریقہ و ایشیا میں عیسائیت کا سیلاب اُمڈا چلا آرہا تھا۔ کوئی ایک فرد بھی تصوّر میں یہ بات نہیں لاسکتا تھا کہ عیسائیت تو بہ زوال ہو کر اس قدر کس مپرسی کی حالت کو پہنچ جائے گی کہ خود اس کے محافظ اور علمبردار پادری اس کی نامعقولیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

یہ صورتِ حال اس امر پر گواہ ہے کہ اب ایشیا اور افریقہ سے ہی عیسائیت کی صف لپیٹی نہیں جارہی بلکہ خود مغرب کے عیسائی ملکوں میں بھی اس کا اثر تیزی سے زائل ہو رہا ہے اور نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ خود نامی گرامی پادری جو دُنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے درپے تھے اب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ سائنسی عروج اور خلائی پرواز کے اس دورِ جدید ترین لوگوں سے ایک آدم زاد کی خدائی کسی صورت بھی منوائی نہیں جاسکتی۔ عیسائیت اگر اپنے وجود کو کسی نہ کسی شکل میں برقرار رکھنا چاہتی ہے تو بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اپنے مروجہ عقائد سے یکسر لاتعلقی کا اظہار کر دے۔

پھر یہ صورتِ حال عیسائیت کی ناکامی اور اُس کی پسپائی پر ہی دال نہیں ہے بلکہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو بھی دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہی ہے کیونکہ آج سے ستر سال قبل ایک ایسے وقت میں کہ جب عیسائی طاقتیں اور ان کی آڑ میں عیسائیت ساری دُنیا پر چھائی ہوئی تھی اور عیسائی پادری مکہ اور مدینہ میں صلیب کے جھنڈے گاڑنے کے منصوبے باندھ رہے تھے اور بابانگِ دہل اعلان کر رہے تھے کہ وہ وقت آتا ہے کہ جب کیا ہندو اور کیا مسلمان سب یسوع کے نام لیوا ہوں گے۔ آپ نے دُنیا کو مخاطب کر کے اعلان فرمایا کہ "مجھے خدا نے کسرِ صلیب کا فریضہ انجام دینے کے لئے مبعوث کیا ہے اب آسمان پر آدم زاد کی مصنوعی خدائی کے خاتمے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میرے ساتھ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ہیں جن کے ہاتھوں میں بڑے بڑے گُرز ہیں جو مخلوق پرستی کی ہیکل کو کچلنے کے لئے اُن کو دیئے گئے ہیں۔ وہ لوگوں کے دلوں میں داخل ہو ہو کر اُنہیں اس مشرکانہ عقیدہ سے بیزار کریں گے اور انہیں توحید کا والہ و شیدا بنائیں گے۔ کسرِ صلیب کے لئے جنگ و قتال اور نہ تلوار و لٹھ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ خدا تعالیٰ کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور عیسائیت کے حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے"۔ اس اعلان پر زیادہ عرصہ نہیں گذرتا کہ عیسائیت کی جڑیں کھوکھلی ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

اور خود مغرب کے عیسائی عوام دن بدن عیسائیت کے مشرکانہ عقائد سے بیزار ہونے لگتے ہیں۔ اور اب ستر سال گذرنے کے بعد حالت یہاں تک آپہنچی ہے کہ عوام ہی نہیں بلکہ خود نامی گرامی پادری بشپ صاحبان سے مجبور ہو کر پکار اُٹھتے ہیں کہ اب مسیح کی الوہیت کو منوانا محال ہی نہیں ناممکن ہے آج سے دو ہزار سال پہلے انسانیت کے دورِ طفولیت میں ہی ایسا ممکن ہو سکتا تھا لیکن اب جبکہ انسانیت عقل اور سائنس کے بل پر سنِ بلوغ کو پہنچ چکی ہے۔ ایسے دُور از کار اور بعید از قیاس اور ذہن گھڑت توہمات کے لئے گنجائش نہیں ہے۔

ان تغیر پذیر حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ عیسائیت کے استیصال سے متعلق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ستر سال پرانی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کون کہہ سکتا ہے کہ فی الواقعہ ایشیا اور یورپ پر ملائکہ کی فوجیں نہیں اُتریں اور اُنہوں نے گرز چلا چلا کر مخلوق پرستی کی ہیکل کو کچل نہیں ڈالا اور کون کہہ سکتا ہے کہ خدا کے ایک ہی ہاتھ نے کفر کی سب تدبیروں کو باطل نہیں کر دکھایا۔

آج کہاں ہے وہ مصنوعی کفارہ اور وہ مصنوعی خدا جس کے نام کی منادی سے پادریوں نے آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا اور کہاں ہیں وہ پادری جو دن میں کئی کئی بار دورے کر کے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ کر توحید پرستوں سے ایک آدم زاد کی مصنوعی خدائی کے آگے سجدے کراتے تھے۔ آج اُنہیں خود اپنے گھر کی فکر پڑی ہوئی ہے۔

یہ صورتِ حال پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ کلمۃ اللّٰہ ھی العلیاء بات وہی پوری ہوئی جو مسیح محمدی نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کہی تھی اور انتہائی مخالف حالات میں کہی تھی۔ اے کاش! لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ خدائی فرستادہ کی صداقت پر ایمان لاکر اسلام کی اس آخری اور ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والی فتح میں حصہ دار بنیں جس کا آسمان پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور جس کے ظہور کے لئے خدائی تقدیر حرکت میں آچکی ہے۔

(بالشکریہ رسالہ انصار اللہ۔ ربوہ بابت ماہ جون ۱۹۷۳ء)

وصیت نمبر ۱۳۳۶۲

منکہ سید منور احمد ولد سید وزارت حسین قوم سادات پیشہ ملازمت عمر ۲۳ برس تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن اورین ڈاکخانہ اورین ضلع مونگھیر صوبہ بہار بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ ارجون ۱۹۶۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

چونکہ میرے والد بفضلہ بقید حیات ہیں اس لئے میری کوئی جائداد اس وقت نہیں ہے البتہ ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ بہار میں ملازم ہوں۔ بصورت تنخواہ ماہوار مبلغ دوسو چھ روپیہ چار آنے ملا کرتے ہیں۔ جس کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز کمی وبیشی کی اطلاع بھی بوقت ضرورت دفتر کو کرتا رہوں گا۔ مرنے پر کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ آمین۔

سید منور احمد حال مقیم Agriculture School
P.O. Kanke Distt Ranchi (Bihar)

۱۔ گواہ شد خاکسار سید بدر الدین احمد عفی اللہ عنہ معلم وقف جدید مقیم رانچی ۱۴/۶/۶۲

۲۔ سید سجاد احمد۔ ڈاکٹر فتح اللہ روڈ رانچی ۱۴/۶/۶۲

ارشادات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

بابت چندہ جلسہ سالانہ

حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ

(۱) "پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق متواتر کئی سالوں سے دیکھا گیا ہے کہ جو جماعتیں شروع سال میں چندہ دیتی ہیں وہ تو دے دیتی ہیں اور جو شروع میں نہیں دیتیں ان کے ذمہ بقایا رہ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے سالانہ بجٹ کو نقصان پہنچتا ہے اور ان کے ذمہ بھی بعض دفعہ دو سال کا چندہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جلسہ سالانہ کا چندہ ایک ایسی چیز ہے جس کے دینے کا ہمارے ملک میں سالہا سال سے رواج چلا آتا ہے۔ یہ جلسہ سالانہ ایک اجتماع کا موقعہ ہے اور اجتماع کے موقعہ پر ہمارے ملک میں لوگوں کی عادت ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ امداد ضرور کرتے ہیں۔"

(۲) "ہمارا جلسہ سالانہ تمام عرسوں، میلوں اور اجتماعوں سے بالکل مختلف ہے اور اس میں حصہ لینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ جماعتوں کو چاہیئے کہ ابھی سے جلسہ سالانہ کا چندہ جمع کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ہمارا ایسا تجربہ ہے کہ جو جماعتیں جلسہ سالانہ سے پہلے چندہ دے دیتی ہیں وہ تو دے دیتی ہیں اور جو رہ جاتی ہیں وہ رہتی چلی جاتی ہیں۔ ان میں بعض تو بعد میں نظارت بیت المال کے پیچھے پڑنے کی وجہ سے اور خط وکتابت کرنے پر آخر سال میں چندہ پورا کر دیتی ہیں۔ اور بعض جماعتوں کے ذمہ دو دو سال کا بقایا چلتا جاتا ہے حالانکہ انتظام پر بہرحال روپیہ خرچ ہوتا ہے۔"

(۳) "پس پہلے تو میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ جلسہ سالانہ کا چندہ جمع کرنے میں دوست ہمت سے کام لیں۔ تاکہ جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کے لئے پہلے سے انتظام کیا جا سکے۔ اصل میں تو چندہ جلسہ سالانہ سال کے شروع میں ہی دینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اجناس وقت پر خرید لی جائیں تو ان پر بہت کم خرچ ہوتا ہے۔ اگر روپیہ پاس ہو تو مئی جون اور جولائی میں تمام اجناس خرید لی جائیں تو آدھے روپیہ سے کام بن جاتا ہے۔ بہرحال جماعت کو چاہیئے کہ وقت پر چندہ دیں تاکہ کارکن سہولت سے چیزیں خرید سکیں۔"

حضور کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں چاہیئے تھا کہ مالی سال کی سہ ماہی اوّل میں بجٹ چندہ جلسہ سالانہ کا بیشتر حصہ وصول ہو کر مرکز میں پہنچ جاتا تاکہ جلسہ سالانہ کے انتظامات کے لئے سہولت ہو جاتی اور قرض یا پیشگی لے کر کام نہ کرنا پڑے۔ لیکن وصولی کی رفتار ابھی بجٹ کی نسبت سے بہت کم ہے لہذا ضرورت ہے کہ احباب جماعت و عہدیداران مال چندہ جلسہ سالانہ کی فوری ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں تاکہ جلسہ سالانہ سے قبل اس چندہ کی سو فیصدی وصولی ممکن ہو سکے۔ شرح چندہ جلسہ سالانہ اوسط آمد کا ۱/۱۰ حصہ ہے۔

مبلغین کرام کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں اس چندہ کی وصولی میں تعاون فرمائیں۔

ناظر بیت المال قادیان

مرکزی چندوں کی رفتار کو تیز کرنیکی ضرورت

احیائے اسلام کا جو عظیم الشان کام اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ کے سپرد ہوا ہے اسے کما حقہ پورا کرنے کے لئے ہمیں اپنی جدوجہد اور کوشش کو تیز کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ جو قوم وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنی قربانی اور ایثار کے اعلیٰ معیار کا عملی ثبوت نہیں دیتی وہ اپنے مقصد میں جلد کامیاب نہیں ہو سکتی اور مشکلات اور امتحانوں کا زمانہ اس پر لمبا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ روحانی جماعتوں کو دشمن کی شرارت اور منافقین کی غداری اتنا نقصان نہیں پہنچاتی جتنا کہ مخلصین جماعت کی اپنی ذمہ داریوں سے غفلت اور لاپرواہی جماعت کے قدم کو پیچھے رکھتی ہے۔

پس اگر جماعتوں کے مخلصین اپنی جماعتی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر محسوس کرتے ہوئے اپنی قربانی کو انتہا تک پہنچا دیں تو اس میں جو کمی رہ جائے گی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُسے پورا کر کے ترقی کی غیر معمولی راہوں کو کشادہ فرما دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اگر عہدیداران جماعت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت اپنی اپنی جماعتوں کے جملہ افراد کے چندہ کا بجٹ آمد اصل آمد کے مطابق باشرح تیار کریں اور اس کی وصولی کے لئے مؤثر رنگ میں کوشش کریں تو آمد چندہ جات کی پوزیشن کافی بہتر ہو سکتی ہے۔

دوسری بات جو خاص طور پر مدنظر رکھ کر توجہ کی محتاج ہے وہ بقایا جات کی وصولی پر زور دینے کی ضرورت ہے اگر سابقہ بقایا کی وصولی پر زور نہ دیا جائے تو سال رواں کے بجٹ کی پوری وصولی بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب بعض افراد جماعت کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ان سے سابقہ بقایا جات کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا تو وہ آئندہ بھی چندوں کی ادائیگی میں سست ہو جاتے ہیں اور اس طرح ان کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض جماعتوں کے عہدیداران اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ جس وقت بھی کسی شخص کے متعلق یہ تحریر کر دیں کہ وہ نادہند ہے تو اس کا نام جماعت کے بجٹ سے کاٹ دیا جاتے یہ طریق کار بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے ماتحت قابل تسلیم نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص جماعت احمدیہ میں داخل ہے جماعتی نظام کے ماتحت اس سے مالی قربانی کا مطالبہ کیا جائے گا اور جب تک کہ کوئی جماعت ایسے نادہند سے بقایا کی وصولی کی ہر ممکن کوشش کے بعد اس پر حجت پوری کرتے ہوئے ایسے شخص کا معاملہ مرکز میں پیش کر کے تعزیری کارروائی مکمل نہیں کروا لیتی اس وقت تک کسی شخص کا نام بجٹ سے کاٹنا جائز نہیں سمجھا جا سکتا لیکن یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ تعزیری کارروائی کرنے سے قبل یہ بات از حد ضروری ہے کہ جماعت کے مخلصین اپنے کمزور ساتھیوں کو ساتھ چلنے پر آمادہ کریں اور ان کی عملی سستی کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اگر ہندوستان کے تمام احباب حضور کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر دینی ضروریات کے لئے مالی قربانی اور ایثار کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے بجٹ آمد لازمی چندہ جات میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جماعت کے مخلصین تنگ دستی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے ان کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے وعدہ بیعت کو پورا کرنے والے بنیں۔

موجودہ مالی سال کے دو ماہ گذر چکے ہیں لیکن متوقع نسبتی بجٹ کے مقابل پر وصولی کی پوزیشن ابھی تسلی بخش نہیں ہے۔ امید ہے کہ تمام جماعتوں کے عہدہ دار اور احباب اپنے چندوں کا جائزہ لے کر کمی کو پورا کرنے کی طرف فوری توجہ فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

درخواست دعا۔ میرے بھائی عبدالسلام صاحب دام کراچی کی پنڈلی کی ہڈی ایک حادثہ میں دو تین جگہ سے ٹوٹ گئی تھی یکے بعد دیگرے دو دفعہ پلاسٹر لگوایا گیا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ہڈی صحیح نہیں جڑی اب ڈاکٹری مشورہ ہے کہ اپریشن کرایا جائے۔ نیز بھائی صاحب کی نرینہ اولاد نہیں رہ گئیں صرف لڑکیاں ہی ہیں کام کاج کرنے اور چلنے پھرنے سے معذور ہیں اور بیکار ہیں۔ تمام احباب جماعت و درویشان قادیان سے عاجزانہ درخواست ہے کہ بھائی صاحب کی صحت کاملہ عاجلہ اور مالی پریشانیوں کے ازالہ کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ خاکسار حافظ خلیق احمد متعلم حافظ کلاس جامعہ احمدیہ ربوہ حال نزیل قادیان

دعا اور درود شریف

بقیہ صفحہ نمبر ۲

چنانچہ اس کے مطابق ہر شخص کے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اور جس طرح ایک مضطرب اور لاچار بچے کے بلکنے اور چیخنے چلانے کے نتیجہ میں ماں کی چھاتیوں میں دودھ اُتر آتا ہے۔ اسی طرح مومنوں کی جماعت جب اجتماعی رنگ میں اس اضطرابی کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔ اور نہایت عجز و انکساری کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوتی ہے تو کچھ بعید نہیں کہ رحمتِ خداوندی جوش میں آ جائے اور آلا ان نصر اللہ قریب کا جلوہ نظر آ جائے ــــ!!

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی پُر درد دعا کرنے کے لئے یکم اگست سے ۳۱ر اگست تک کا ایک مہینہ مقرر کیا ہے۔ تا اس عرصہ میں خصوصیت کے ساتھ اسلام کے غلبہ کے لئے دعائیں کی جائیں۔ فی زمانہ اسلام کی حقیقی تصویر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ اور دنیا کو جس بھی روحانیت کی اس وقت ضرورت ہے آپ ہی کے مقدس ہاتھوں اس کا بیج بویا گیا جو بفضلہ تعالیٰ اب پودے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور آپ کے بعد آپکے خلفاء کے ذریعہ اس کی آبیاری کا کام انجام پا رہا ہے جس کا نمایاں حصہ بتوفیق الٰہی جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں پورا ہوا اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ زمین کے کناروں تک مؤثر رنگ میں کی جانے لگی اور اس کی محکم بنیادیں دنیا کے تمام براعظموں اور ہر خطۂ زمین میں قائم ہو گئیں ــــ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ایک عرصہ سے علیل چلے آ رہے ہیں۔ حضور کی اس علالت کے سبب جماعت احمدیہ حضور کی تازہ ترین ہدایات اور حضور کے روح پرور خطبات سے محروم ہے اسلئے وہ وجود جس کی نگرانی میں جماعت احمدیہ نے دنیا کے ایک بڑے حصہ کے سامنے اسلام کے منور اور دلکش چہرہ کو بڑی عمدگی سے پیش کیا ہماری بہترین دلی دعا کا حقدار ہے۔ اس مقدس وجود کی صحت و تندرستی کیلئے دعا کرنا درحقیقت دوسرے لفظوں میں اسلام کے جلد روحانی غلبہ کی اس خواہش کے جلد پورا ہونے کے مترادف ہے۔

اس اجتماعی دعا کیلئے اس وقت جو خاص تحریک احمدیہ جماعت کے سامنے پیش کی گئی ہے اس لحاظ سے نہایت ہی بابرکت ہے کہ درود شریف کو اس دعا کیلئے جزوِ اعظم قرار دیا گیا ہے چنانچہ اگر درود شریف کے معانی اور مطالب پر ہی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ درود شریف بجائے خود ایک جامع دعا ہے اسلام کے عالمگیر غلبہ کی ــــ درود شریف کے وہ الفاظ جو مقدس زبان نبوی سے بیان کردہ مروّج ہیں وہ یہ ہیں:-

> اللّٰھم صلّ علٰی محمدٍ وعلٰی اٰلِ محمدٍ
> کما صلیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل
> ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ۔
> اللّٰھم بارک علٰی محمدٍ وعلٰی اٰل محمدٍ کما
> بارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل
> ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ۔

دیکھا آپ نے درود شریف کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خدا تعالیٰ سے اُن رحمتوں اور برکتوں کی ایک جذبہ بھری درخواست ہے اور یہی اُس دلی تمنا اور آرزو کا نقطہ مرکزی ہے جو ہر سچے مومن کے دل میں اسلام کے عالمگیر غلبہ کیلئے بے پناہ طور پر پایا جاتا ہے۔ پس اس دلی تمنا کو اگر الفاظ کا جامہ پہنانا چاہیں تو درود شریف کے مقررہ الفاظ سے بڑھ کر اور کوئی جامع الفاظ نہ ہونگے اسلئے حضور ایدہ اللہ کی تحریک کے مطابق لازم ہے کہ اب جماعت زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس بابرکت تحریک میں حصہ لیں اور خدا تعالیٰ سے بڑی دردمندی کیساتھ دعائیں کریں ــــ بالخصوص اسکے نتیجہ کا جو وقت خصوصیت سے اسکے لئے مختص کیا گیا ہے وہ نور علیٰ نور ہے جبکہ ایسے وقت میں کی گئی دعاؤں کی قبولیت کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ خدا تعالیٰ [illegible] الی اللہ کی توفیق دے۔ اور ہماری پُر درد دعاؤں کو اپنے فضل سے قبول فرماتے ہوئے حضور انور کو جلد صحت کاملہ بخشے اور اسلام کو سربلندی عطا فرمائے ۔ م۔ ان ایام میں زیادہ مستعدی اور زیادہ انہماک کیساتھ توجہ

نیک اولاد

کون نہیں چاہتا کہ اُس کی اولاد نیک۔ اور دیندار ہو۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ابتدا ہی سے بچوں کے دل میں دینی تعلیم کا بیج بویا جائے اور صحیح رنگ میں اس کی آبیاری کی جائے تو یقیناً بڑا ہو کر یہ درخت اچھے پھل دیتا ہے جو نہ صرف والدین بلکہ جماعت اور قوم کے لئے بھی مفید ہوتے ہیں۔ اس کے لئے آپ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کی ابتداء

قاعدہ یسرنا القرآن

سے کیجئے تاکہ آپ کے بچے جلد اور بآسانی اور صحیح طور پر قرآن مجید پڑھ کر اسلام کے سچے راستہ پر گامزن ہوں اور آپ کے لئے قرۃ العین ثابت ہوں

قاعدہ کلاں	۵۰ – ۰۰	پیسے فی عدد
〃 خورد	۲۵ – ۰۰	〃
نماز مترجم، ادعیۃ القرآن، ادعیۃ الرسول ہر ایک	۲۵ – ۰۰	〃
قرآن مجید معرا مجلد بطرز کتابت یسرنا القرآن	۷ – ۵۰	فی جلد
پارہ عم، نماز مترجم ودیگر	۳۴ – ۰۰	پیسے فی عدد

ملنے کا پتہ:- دفتر قاعدہ یسرنا القرآن ۔ قادیان ۔ پنجاب

نوٹ:- قاعدہ کے تھوک خریداروں کو کمیشن بھی دیا جاتا ہے

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کا مشرق بعید کا دورہ

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل الاعلیٰ و وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ ان دنوں مشرق بعید کا دورہ فرما رہے ہیں۔ آپ ۱۱ر جولائی کو ربوہ سے لاہور روانہ ہو کر اسی روز شام کو بذریعہ ہوائی جہاز کراچی تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے حسب پروگرام آپ ۱۵ر جولائی کو بذریعہ طیارہ ممالک مشرق بعید کے دورہ پر روانہ ہو گئے۔ بعد کی اطلاع مظہر ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہانگ کانگ پہنچ گئے ہیں۔ وہاں آپ چار روز قیام فرمائیں گے۔

محترم صاحبزادہ موصوف ان ممالک میں احمدیہ مشنوں کا معائنہ کرنے کے علاوہ نئے مشنوں کے قیام کے امکانات کا جائزہ لیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں ہر آن آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے اس دورہ کو کامیاب فرما کر اسے اسلام و احمدیت کی ترقی کا موجب بنائے۔ آمین۔

سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ صدر میونسپل کمیٹی قادیان کی وفات

قادیان مورخہ ۲۲ر جولائی۔ افسوس ہے کہ آج صبح آٹھ بجے سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ آپ کا اصل وطن کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ تھا۔ آپ فیروزپور اور قصور میں بھی کافی عرصہ رہے ہیں تقسیم ملک سے پہلے آنریری مجسٹریٹ کے طور پر بھی کام کرتے رہے ہیں۔ آپ کی فیملی رئیسانِ پنجاب میں شامل سمجھی جاتی رہی ہے۔ کے بعد قادیان فروکش ہوئے قادیان کے موجودہ ممبر اسمبلی آپ تھے۔

وفات کے وقت آپ کے فرزندان میں سے صرف چھوٹے لڑکے سردار امرجیت سنگھ آپ کے پاس موجود تھے چونکہ وفات اچانک ہو گئی اسلئے بہت سے رشتہ دار بروقت نہ پہونچ سکے۔ آپ کے دوسرے لڑکے سردار جسونت سنگھ باجوہ جو بٹالہ میں ملازم ہیں ٹیلیفون پر اطلاع ملنے سے جلدی شب قادیان پہنچ گئے۔ بڑے لڑکے سردار کلدیپ سنگھ بوجہ نیفا محاذ پر ہونے کے پہنچ نہ سکے۔ سردار صاحب بہت سمجھدار اور جہاندیدہ شخصیت تھے۔ خدا تعالیٰ آپ کے لواحقین اور دوستوں کے وسیع حلقہ کو صبر سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔

ہم اس صدمہ میں آپ کے خاندان کے جملہ افراد سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

آپ کا انتم سنسکار کل ۸ بجے صبح ہوگا۔ (نامہ نگار)

درخواست دعا

مکرم سید وزارت حسین صاحب اوریسہ بہار بعض مقدمات کی وجہ سے پریشان ہیں اور ان پریشانیوں سے نجات کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان